جامعہ دار التقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دار التقویٰ

لاہور

رمضان المبارک
۱۴۴۶ھ
مارچ 2025ء

☆ روزے کا فدیہ
☆ تراویح کی رکعتوں کی تعداد
☆ رمضان کس طرح گزاریں
☆ اکابرین کے معمولاتِ رمضان
☆ زکواۃ دینے والوں کی خدمت میں
☆ رمضان کے قیمتی اوقات

WILL
Wisdom Institute of Learning & Leadership

Enroll Your Child Today

Holistic Tarbiyyah-Based Schooling

SPECIAL FEATURES

Love of Deen
Sunnah Coaching
Arabic Language

Parental Engagement
Low Student-Teacher Ratio
Minimum Homework Policy

Love for Learning
Creative Thinking
Numeracy and literacy Skills

Unique Hifz Methodology
Competency-Based Progress
Friendly Environment

ADMISSIONS OPEN FOR

SESSION 2024-25

ECE | PRIMARY | MIDDLE

PG | NUR | KG
GRADES 1,2,3, HIFZ,
POST-HIFZ (FOR HUFFAZ) | O' LEVEL

LIMITED SEATS AVAILABLE AT GULBERG CAMPUS

For More Information

Visit Us: 176-M Gulberg-III
Near Model Town Lahore

Contact (ECE & PRIMARY)
0325-11 99 888

Hifz, Grades 4-6 & Post Hifz Program
0322-11 99 888

+92 42 3544 1615 | info@will.edu.pk | CAMAL Classical And Modern Academic Learning — Learning with Character | www.will.edu.pk | /willedupk

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء

حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 14 — رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ ۔۔۔ مارچ 2025 — شمارہ 7

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مجلس مشاورت
- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عامر رشید صاحب
- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت
- مفتی محمد اسامہ صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقوی جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address
Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 60 روپے

سالانہ بدل خرچ: 720 روپے

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقوی ٹرسٹ

ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

رمضان المبارک ۱۴۴٦ھ ۔۔۔۔مارچ 2025

حرف اولیں

مرحبا! ماہِ مبارک — مولانا عبدالودود ربانی — 5

درسِ قرآن

روزے کا فدیہ — مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ — 9

درسِ حدیث

تراویح کی رکعتوں کی تعداد — مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحبؒ — 13

مقالات و مضامین

رمضان کس طرح گزاریں — حضرت مولانا علامہ یوسف بنوریؒ — 15

اکابرین کے معمولاتِ رمضان — مفتی محمد وقاص رفیع — 26

زکوٰۃ دینے والوں کی خدمت میں — مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی — 31

''غزوہ بدر'' رسولِ اکرم ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی کا عظیم مظہر — ڈاکٹر حافظ محمد ثانی — 36

''عید الفطر'' اعمال کے جائزے، انعاماتِ ربانی اور عزمِ نو کا دن — مفتی ڈاکٹر محمد نعمان نعیم — 47

رمضان کے قیمتی اوقات — حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا — 52

مسجد کے کھونٹے — بنت فرخ آفتاب — 59

آپ کے مسائل کا حل — از بہشتی زیور — 62

اخبار الجامعہ — ادارہ — 65

حرف اولیں

مرحبا ماہِ مبارک

رمضان المبارک کا برکتوں والا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔آقائے دو جہاں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک دن گن کر اس ماہ مبارک کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ دو ماہ پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا لیا کرتے تھے کہ یا اللہ! رمضان المبارک تک پہنچا دیجیے۔شعبان کے مہینے سے تو گویا رمضان المبارک کی ریہرسل شروع ہوجاتی تھی۔ کثرت سے روزے ہوتے اور رمضان المبارک کی ساعات کی پوری پوری وصولی کی دُعائیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں تو پہلے ہی ڈوبا ہوا ہے، اس مہینے تو بارانِ رحمت میں بھیگ جاتا ہے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مبارک مہینے کی برکتوں ،رحمتوں اور سعادتوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو اپنے رب کے حضور قیام کرتے ہیں ۔ان کی خوش بختیوں کے کیا کہنے جو اس ماہ میں بارش کی طرح برستی اللہ تعالی کی رحمتوں سے اپنے دلوں پر چڑھی گناہوں کی سیاہی کو دھوئیں گے اور مہینہ بھر روزہ، تراویح، نوافل، تلاوت، درود وسلام کی کثرت، اوراد واذکار، توبہ واستغفار اور بارگاہِ خداوندی میں گریہ وزاری کے ذریعے اپنے خالق و مالک کی رضا وخوشنودی حاصل کریں گے۔ اللھم اجعلنامنھم

رمضان رحمت، مغفرت اور جہنم سے خلاصی کا مہینہ ہے۔اس مبارک مہینے کی برکتیں اور سعادتیں لامتناہی ہیں۔ رحمت حق قدم قدم پر بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ سارا سال گناہوں اور خالق کی بغاوتوں میں لتھڑے مسلمانوں کے لیے رب کریم اپنی رضا ورضوان کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ سعادت

منداور خوش نصیب انسان ان مبارک گھڑیوں کو قدرت کا انعام واکرام سمجھ کر قیمتی بناتے ہیں۔ روٹھے ہوئے رب کو منانے، گزشتہ زندگی کی غفلتوں کی تلافی اور آئندہ کے لیے ایمانی زندگی گزارنے کا لائحہ عمل طے کرنے میں ماہ صیام اِکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔

ماہِ رمضان کو قیمتی بنانے کے لیے جہاں فرض روزہ اور پانچ وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام اور تمام معاصی کا ترک کرنا ضروری ہے، وہیں ایسے اعمال واسباب اختیار کرنا بھی ضروری ہے جن سے یہ مبارک مہینہ مزید قیمتی بن جائے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے تالیف فرمودہ رسالے ''فضائل رمضان'' کا مطالعہ اس ضمن میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت دل میں پیدا ہوگی اور اپنے اوقات کو قیمتی بنانے کا جذبہ اجاگر ہوگا۔ رمضان المبارک کے اس اوّلین عشرے میں پیدا ہونے والے جوش وخروش سے فائدہ اُٹھایئے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ'' کیفیات'' مہمان ہوتی ہیں، اگر ان کا صحیح اکرام کیا جائے تو رہتی ہیں ورنہ چلی جاتی ہیں۔ رمضان المبارک کے آغاز میں ہم سب کو ایک خاص کیفیت نصیب ہوتی ہے۔ خوش نصیب اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اس میں روز افزوں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور کم نصیب اس کی ناقدری کر کے ٹھکرا بیٹھتے ہیں اور نتیجتاً رمضان المبارک میں بھی یوں تہی دامن بیٹھے ہوتے ہیں گویا رحمتوں کی اس برسات میں ایک بوند بھی ان کا مقدر نہ ہو۔ رمضان میں جن مختلف امور اور عبادتوں کا اہتمام باعثِ ثواب وفضیلت ہے ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان کو اختیار کر کے ہر مسلمان اس مہینے کو قیمتی بنا سکتا ہے۔

ہر مسلمان حسب استطاعت روزہ داروں کو افطار کروا کر دہرا اجر حاصل کرسکتا ہے۔ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا اس کو روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

رمضان اور قرآن کا باہم گہرا تعلق ہے۔ قرآن کو اُتارنے کے لیے ''شهر رمضان'' کا انتخاب بلاوجہ نہیں کیا گیا۔ اس مہینے میں قرآن کریم کی تلاوت کا کثرت سے اہتمام ہو۔ قرآن کریم کو صحیح اور درست پڑھیں، تلفظ اور ادائیگی میں غلطیوں سے اجتناب کریں، اگر پہلے سے پڑھا ہوا نہیں تو کسی قاری صاحب کو سنانے کا اہتمام کریں اس مہینے میں قرآن پاک کے حوالے سے اتنی محنت کریں کہ قرآن صحیح پڑھنا آجائے۔

تلاوت اور تدبر دونوں کو معمول بنائیے۔

خیر کے کاموں میں خرچ کر کے جہاں ایک طرف نیکی کے کاموں میں تعاون اور مستحق لوگوں کی امداد ہوتی ہے تو دوسری طرف رمضان میں عام دنوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اجر حاصل ہوتا ہے، اس لئے زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور فطرانے کے ذریعے مستحقین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا حق ان تک پہنچایا جائے۔

رمضان کے مبارک مہینے کو قیمتی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم اس مہینے میں گھر کے تمام افراد پرنٹ والیکٹرانک میڈیا میں موجود اسباب معاصی و انٹرنیٹ وموبائل کے بے جا استعمال سے اپنے آپ کو دور رکھیں تا کہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو سکیں۔ ویسے تو رمضان کا ہر لمحہ دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے، لیکن افطار سے پہلے کے چند لمحات بہت ہی قیمتی ہیں، یہ دعا کی قبولیت کے یقینی اوقات میں سے ہیں۔ فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اس وقت کو قیمتی جان کر دعا میں مصروف ہو جائیں، اپنے لیے اور تمام امت مسلمہ کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی دعا کریں۔

بیوی بچوں، بہن بھائیوں اور اپنے ماتحتوں کی فکر کریں کہ وہ بھی اس مہینے کو قیمتی بنائیں، خدانخواستہ ان کے اوقات کسی غلط اور لغو کام میں صرف نہ ہو جائیں، پیار، محبت، ترغیب اور بقدر ضرورت ترہیب کے ساتھ ان کو اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔ ملازمین اور نوکروں کا بوجھ ہلکا کر دیں۔

نماز پنج گانہ باجماعت ادا کرنے کو ہر حال میں یقینی بنائیں۔ عام طور پر مغرب میں افطار کی وجہ سے اور فجر میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے جماعت کی نماز سے غفلت برتی جاتی ہے، یہ بہت بڑی محرومی کی بات ہے، تھوڑی سی ہمت کر کے ہم خود بھی اور ترغیب کے ذریعے دوسروں کو بھی اس غفلت سے بچا سکتے ہیں، فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کا بھی خاص اہتمام ہو، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے علاوہ بھی کچھ وقت نوافل کے لیے مخصوص کر دیں، کیوں کہ رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ۷۰ گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ سحری کا وقت بہت ہی قیمتی ہوتا ہے، اس وقت اللہ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، ایک تو سحری کھانے کا اہتمام ہو، اس کے علاوہ اذکار، وظائف، استغفار اور تسبیحات کے لے وقت نکالا جائے، اس وقت استغفار کرنا متقیوں اور اہل جنت کی صفات میں سے ہے۔

رمضان بھر پوری 20 رکعت نماز تراویح کا اہتمام ہو۔ بیس رکعات تراویح پر خیر القرون سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ متفق ہے، سستی اور غفلت یا کسی کے شک میں ڈالنے سے آٹھ رکعات پڑھ کر جان

نہ چھڑائیں، بلکہ مکمل ۲۰ رکعات تراویح ہی ادا کریں، بلا عذر سستی کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔

خواتین اپنے گھروں میں فرض نمازوں کے ساتھ تراویح بھی (بغیر جماعت کے) ادا کریں اور اعتکاف کا بھی ابھی سے ارادہ کریں، تراویح اور اعتکاف کا حکم جیسے مردوں کے لیے ہے، ایسے خواتین ہی کے لیے بھی ہے۔ بچوں کو بھی نماز روزے کی ترغیب دیں جو بچے قریب البلوغ ہیں انہیں ابھی سے روزے رکھوائیں، ان کی ہمت بندھوائیں۔ حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رمضان میں اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور ان کو مشغول رکھنے کے لیے کھلونے بنا کر دیتے تھے۔

خواتین رمضان کی مبارک گھڑیوں کو صرف کھانے پکانے میں صرف نہ کریں، اس میں کوئی شک نہیں کہ افطاری وسحری تیار کرنا باعث اجر وثواب ہے، لیکن اس میں بقدر ضرورت وقت صرف کریں بقیہ اوقات تلاوت، اذکار اور نوافل کی ادائیگی میں گزاریں۔ لغو گوئی، غیبت اور فضول گپ شپ میں وقت برباد کرنا بڑے خسارے کی بات ہے۔ خواتین ٹی وی پر نشر ہونے والے مارننگ شوز بڑے اہتمام سے دیکھتی ہیں اور رمضان المبارک میں رمضان کے عنوان سے سحر وافطار کے اوقات میں زرق برق لباس میں ملبوس فنکار خواتین وحضرات مخلوط محافل قائم کر کے فضائل رمضان اور روزے کی فرضیت کے حوالے سے اپنے فلسفے بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے انہیں کس قدر واقفیت ہے، ایسے پروگراموں سے اجتناب از حد ضروری ہے۔ وہ ماحول بذات خود ایمان کے لیے زہر قاتل ہے۔

رمضان میں اکثر مرد وخواتین بازاروں میں گھوم پھر کر کپڑوں، جوتوں اور دیگر اشیا کی خریداری میں اپنے قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں، اعمال صالحہ سے محروم ہو جاتے ہیں، رمضان سے متعلق جتنی ضروریات ہیں وہ اس مہینے کے شروع ہونے سے پہلے ہی پوری کر لی جائیں اور اگر رمضان میں کوئی ضرورت ہو تو بقدر ضرورت چیزیں خرید کر فوراً گھر لوٹ آئیں، بازاروں اور شاپنگ مالوں میں فضول گھوم پھر کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماہ مقدس کی قدردانی نصیب فرمائے اور رمضان وقرآن کو ہمارا سفارشی بنائے آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

درسِ قرآن
از: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

روزے کا فدیہ

۞...سورۃ...۞...آیت نمبر ۞

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

ترجمہ:

”چند دن کے روزے رکھ لو سو جو شخص تم میں سے مریض ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے۔ اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان کے ذمہ ہے فدیہ ایک مسکین کے کھانے کا۔ پس جو شخص اپنی خوشی سے کوئی خیر کا کام کر لے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

تفسیر:

(اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ) فرما کر یہ بتایا کہ یہ چند دن کے روزے ہیں۔ ان روزوں کو رکھ لینا کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے۔ اس کے بعد مریض اور مسافر کے لیے آسانی بیان فرمائی کہ وہ اپنے مرض اور ایام سفر میں روزہ نہ رکھیں تو رمضان گزر جانے کے بعد دوسرے دنوں میں اتنی ہی گنتی کر کے روزے رکھ لیں۔ یعنی چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کر لیں۔ اس کی توضیح آئندہ آیت کے ذیل میں آئے گی۔ انشاء اللہ!

یہ جوفرمایا(وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) (کہ جولوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ ہے ایک مسکین کے کھانے کا) یہ ابتدائی حکم تھا۔سنن ابوداؤد میں ص ٧٤ ج ١ پر ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ منورہ تشریف لائے تو (ہر ماہ) تین دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا پھر رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوگیا۔لوگوں کو روزہ رکھنے کی عادت نہ تھی۔ اور روزہ رکھنا ان کے لیے بھاری کام تھا۔لہٰذا یہ اجازت تھی کہ طاقت ہوتے ہوئے بھی جوشخص روزہ نہ رکھے ہووہ ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کوکھانا کھلا دے۔پھرآیت کریمہ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ)نازل ہوئی اور طاقت ہوتے ہوئے روزہ نہ رکھے کی اجازت منسوخ ہوگئی اور سب کو روزہ رکھنے کا حکم ہوا۔ البتہ مریض اور مسافر کے لیے اجازت باقی رہی کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں اور بعد میں روزہ رکھ لیں۔مسند امام احمد ج ٥ ص ٢٤٦ حضرت معاذ بن جبل (رض) سے طویل حدیث نقل کی جس میں یہ ہے۔

روزوں کے احکام میں تین انقلاب:

کہ نماز کے احکام میں تین چیزوں میں انقلاب ہوا ہے اور روزوں کے احکام میں تین چیزوں میں انقلاب ہوا ہے۔اس کے بعد نماز کے تین انقلاب ذکر کرنے کے بعد روزہ کے تین انقلاب یوں ذکر کیے۔

(١) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کے دن کا روزہ بھی رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض فرما دیئے اور آیت کریمہ (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ)نازل فرمائی جس میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ جولوگ روزہ رکھ سکتے ہوں انہیں اختیار ہے کہ چاہیں تو روزہ رکھ لیں اور چاہیں تو ایک روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، یہ کھانا کھلا دینا روزہ رکھنے کے عوض کفایت کرے گا۔

(٢) پھر اللہ تعالیٰ شانہ نے اس کے بعد والی آیت (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ) (آخر تک) نازل فرمائی اس آیت میں یہ بھی ہے کہ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ)(کہ تم میں سے جوشخص ماہ رمضان میں موجود ہو اس کا روزہ رکھے اس آیت سے مقیم اور تندرست پر روزہ رکھنا فرض کردیا گیا اور طاقت رکھنے والے کو روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کی جو اجازت تھی وہ منسوخ کر دی گئی) اور مریض اور مسافر کے لیے رخصت باقی رہی (کہ وہ رمضان میں روزہ رکھ کر چھوڑ سکتے ہیں بعد میں روزہ رکھ لیں) اور روزہ نہ رکھ کر

فدیہ دینے کا حکم ایسے بوڑھے کے لیے باقی رہا جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔

(۳) روزے کی راتوں میں کھاتے پیتے تھے اور عورتوں کے پاس جاتے تھے، جب تک کہ سو نہ جائیں۔ اگر کوئی شخص سو گیا (اگرچہ رات باقی ہوتی) تو ان کاموں میں سے کوئی کام کرنا جائز نہ تھا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام صرمہ تھا وہ روزہ کی حالت میں دن بھر کام کرتے رہے شام کو گھر آئے تو عشاء پڑھ کر سو گئے۔ اور اب سونے کی وجہ سے کچھ کھا پی نہ سکے کیونکہ سو جانے والے کو اجازت نہ تھی کہ باقی رات میں کھائے پیئے ان کو اسی حال میں صبح ہوگئی اور روزہ بھی رکھ لیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو دیکھا کہ ان کے جسم میں تکلیف کے آثار محسوس ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں سخت تکلیف میں دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے اپنا سارا واقعہ سنایا اور ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر (رض) نے سو جانے کے بعد آنکھ کھلنے پر کسی باندی سے یا بیوی سے جماع کر لیا۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا واقعہ سنایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت شریف (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ) نازل فرمائی۔ جس صحابی نے نیند آجانے کی وجہ سے کھائے پیئے بغیر دوسرے دن روزہ رکھ لیا تھا۔ ان کا واقعہ صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۲۵۶ میں بھی ہے۔

صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۲۶۱ میں حضرت ابی لیلی تابعی سے نقل کیا ہے کہ حضرت سرور عالم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ نے ہم سے بیان کیا کہ رمضان کے روزے نازل ہوئے تو روزہ رکھنا ان پر شاق گزرا۔ لہٰذا جو شخص روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا وہ باوجود طاقت ہونے کے روزہ چھوڑ دیتا تھا اور ان کو اس کی اجازت دی گئی تھی، پھر اس حکم کو (وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ) نے منسوخ کر دیا، اور سب کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت ابن عمر نے بھی (فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ اجازت منسوخ ہو چکی ہے۔ ان روایات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کی طاقت ہوتے ہوئے بھی روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کی اجازت منسوخ ہے۔ اب تو روزہ رکھنا ہی ہوگا۔ اور اس میں تکلیف اور مشقت ہوگی وہ برداشت کرنی ہوگی۔ البتہ جو شخص بالکل ہی عاجز ہو جو روزہ رکھ ہی نہیں سکتا اس کے لیے فدیہ کا حکم باقی ہے اور احادیث شریفہ کی تصریحات کے بعد اب اس تاویل کی ضرورت نہیں رہی کہ يُطِيْقُوْنَ سے قبل حرف نفی ''لا'' مقدر ہے۔ یا یہ کہ باب افعال کا ہمزہ سلب مأخذ کے لیے ہے۔ پھر فرمایا: (فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ) (کہ جو بھی شخص اپنی خوشی سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے)۔

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ پورے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ ان فرض روزوں کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے نفل روزے رکھ لے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کے لیے پانچ نمازوں کی فرضیت بتادی اس پر اس نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ہے آپ نے فرمایا کہ ان کے علاوہ اور کوئی نماز فرض نہیں الّا یہ کہ اپنی خوشی سے نفل نمازیں پڑھ لو۔ پھر آپ نے رمضان کے روزوں کی فرضیت ذکر فرمائی اس نے وہی سوال کیا، کیا ان کے علاوہ مجھ پر اور روزے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کے علاوہ اور کوئی روزہ فرض نہیں الا یہ کہ اپنی خوشی سے نفلی روزے رکھ لو۔ الفاظ کے عموم میں ہر نیک کام کی ترغیب ہے۔ ایک نماز روزہ ہی کیا جو بھی کوئی شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرے گا۔ نفلی عبادات میں لگے گا۔ وہ اس کا صلہ پائے گا اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ جو اس کی آخرت کے لیے بہتر ہوگا۔ اور دوسرا مطلب علمائے تفسیر نے یہ لکھا ہے کہ ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا دینا ہے گر کوئی شخص اپنی خوشی سے زائد دیدے تو وہ بہتر ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کو شروع میں تندرست اور گھر پر مقیم ہوتے ہوئے روزہ نہ رکھنے اور اس کی جگہ فدیہ دینے کی اجازت دی گئی تھی۔ باوجود روزہ نہ رکھنے اور فدیہ دینے کی اجازت کے یہ فرمایا کہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔ روزے کی جو خیر و برکت ہے اور اس کا جو روحانی نفع ہے۔ روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے میں وہ نفع نہیں ہے۔ علامہ جصاص فرماتے ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا تعلق (اَلَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَ) سے بھی ہو اور مسافروں سے بھی ہو کیونکہ اس سے پہلے یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ مسافر اور مریض رمضان میں روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا کر سکتے ہیں ان کے لیے بھی فرمایا کہ وہ بھی رمضان ہی میں روزہ رکھ لیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ عموماً مسافروں کو بغیر کسی ضرر کے روزہ رکھنے کی طاقت ہوتی ہے۔ اور اس سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنے سے بہتر ہے۔ علامہ جصاص نے اس سے ایک اور دقیق مسئلہ کا استنباط کیا ہے اور وہ یہ کہ جب ایک روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا دینے کی اجازت دی گئی تھی (اور یہ ایک مسکین کا کھانا نصف صاع کے برابر ہوتا ہے) تو اس سے معلوم ہوگیا کہ ایک نفلی روزہ نصف صاع صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ (ج ۱ ص ۱۸۰)

❊❊❊

درسِ حدیث

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحبؒ

تراویح کی رکعتوں کی تعداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھ بھی ثابت ہیں اور بیس بھی ثابت ہیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ أَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَامَ بِھِمْ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلّٰی ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَ أَوْتَرَ۔ (ابن حیان)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو رمضان میں تراویح پڑھائی تو آٹھ رکعتیں پڑھیں اور (پھر) وتر پڑھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَ الْوِتْرَ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں (تراویح کی) بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے تراویح میں آٹھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ أَنَّہٗ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ص أُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَ تَمِیْمًا الدَّارِیَّ أَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِإِحْدیٰ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً وَ کَانَ الْقَارِیْ یَقْرَأُ بِالْمِئِیْنَ حَتّٰی کُنَّا

نَعْتَمِدُ عَلٰی الْعِصِيِّ مِنْ طُوْلِ الْقِیَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ (مالک)

سائب بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں (یعنی آٹھ تراویح اور تین وتر) پڑھائیں۔ اور قاری (ایک رکعت میں) سوسو آیتیں پڑھتا تھا (جس کی وجہ سے قیام بہت طویل ہوتا تھا۔ اس) طول قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم فجر کے قریب کہیں جا کر فارغ ہوتے تھے۔

بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا اور اس پر اجماع واتفاق ہے

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (ابن ابی شیبۃ)

یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک صاحب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو (تراویح کی) بیس رکعتیں پڑھائیں۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مؤطا مالک)

یزید بن رومان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں رمضان میں لوگ (بیس رکعت تراویح اور تین وتر ملا کر) تیئس رکعتیں پڑھتے تھے۔

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ (ابن ابی شیبۃ)

حضرت عطاء (تابعی) رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے صحابہ کو وتر سمیت تیئس رکعتیں پڑھتے پایا۔

ہر چار رکعت کے بعد ترویحہ

عَنْ أَبِي الْخُصَيْفِ قَالَ كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفْلَةَ فِيْ رَمَضَانَ فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (بیہقی)

ابوخصیفؒ کہتے ہیں حضرت سوید بن غفلہؒ رمضان میں ہمیں پانچ ترویحوں میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

***

رمضان کس طرح گزاریں؟

علامہ محمد یوسف بنوریؒ

صورت مسئولہ میں مردوں کو ماہ رمضان میں فرض نمازیں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، اسی طرح خواتین کو اذان کے ساتھ ہی اہتمام سے نماز ادا کرنے کا معمول بنانا چاہیۓ، اسی طرح سنن مؤکدہ خواہ فرض سے پہلے کی ہوں یا بعد کی خوب اہتمام سے ادا کرنے کا معمول بنایا جائے، روزانہ تلاوت کلام الٰہی کا معمول رکھا جائے، نوافل، تراویح، اور صداقات وخیرات کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے، اسی طرح اخلاق رذیلہ جیسے جھوٹ، کینہ، بغض وعداوت، فضول گوئی، و بری مجالس و دیگر وقت برباد کرنے والے کاموں سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، اسی طرح کسی عذر شرعی کے بغیر ماہ مبارک کے روزے نہ چھوڑے جائیں۔

پس رمضان کے مہینے کو قیمتی بنانے کے لیے جہاں فرض روزہ اور پانچ وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام اور تمام معاصی کا ترک کرنا ضروری ہے، وہیں ایسے اعمال، اسباب ووسائل کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

1۔افطار کروانا

اس مبارک مہینے میں ہر مسلمان حسب استطاعت روزہ داروں کو افطار کروا کر دوہرا اجر حاصل کرسکتا ہے، چنانچہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جس نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا، اس کو روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی

کمی نہیں کی جائے گی"۔(ترمذی،نسائی وابن ماجہ)

2۔ خیر کے کاموں میں خرچ

خیر کے کاموں میں خرچ کے ذریعہ سے جہاں ایک طرف نیکی کے کاموں میں تعاون اور مستحق لوگوں کی امداد ہوتی ہے تو دوسری طرف رمضان میں عام دنوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اجر حاصل ہوتا ہے۔

3۔مکمل یکسوئی

موجودہ زمانہ میں رمضان کے مبارک مہینے کو قیمتی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ گھر کے تمام افراد پرنٹ والیکٹرانک میڈیا میں موجود اسباب معاصی سے اپنے آپ کو دور رکھیں، تاکہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوسکیں، سلف صالحین رحمہم اللہ تو اس مہینے میں تعلیم وتدریس کو موقوف کردیتے تھے، تاکہ قرآن کی تلاوت، اس میں غور وفکر اور تدبر، عبادت اور قیام اللیل یعنی تہجد کے لیے مکمل طور سے فارغ ہوجائیں۔

4۔دعا کا اہتمام

ویسے تو رمضان کا لمحہ لمحہ دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے، لیکن افطار کے وقت چند لمحات بہت ہی قیمتی ہوتے ہیں، یہ دعا کی قبولیت کے یقینی اوقات میں سے ہیں، فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اس وقت کو قیمتی جان کر دعا میں مصروف ہوجائیں، اپنے لئے اور تمام امت مسلمہ کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا سوال کریں۔

5۔ والدین کی اطاعت

رمضان کو قیمتی بنانے کا ایک بہت ہی اہم وسیلہ اور ذریعہ والدین کی اطاعت وفرماں برداری بھی ہے، کوشش کریں کہ اس مہینے میں بھی والدین کی خدمت کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، ان کو ہر طرح کی راحت وسہولت پہنچانے کی فکر کریں۔

6۔مسواک کا اہتمام

مسواک کا اہتمام کریں، مسواک جیسے پورے سال میں سنت ہے، ایسے ہی رمضان میں اس کا کرنا سنت ہے، بلکہ عام دنوں کے مقابلے میں اس کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

7۔رمضان میں عمرہ کرنا

رمضان میں عمرہ کرنا ایک بہت بڑا عمل ہے،ثواب کے اعتبار سے اس کا اجر ایک حج کے برابر ہے، اس میں بھی لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں، اس لئے کوشش کریں کہ ائمہ مساجد اور علماء سے مشاورت کے بعد اس عمل کو انجام دیں۔

8۔ دعوت الی اللہ

اس مہینے میں دعوت الی اللہ کے عمل کو اہتمام وخصوصیت کے ساتھ انجام دیں، لوگوں کو مساجد کی طرف اور اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔

9۔ اہل ثروت کے لئے

اہل ثروت واصحاب خیر حضرات دیگر امورِ خیر کے علاوہ معتمد علماء کرام کی دینی کتب، خاص کر رمضان کے مسائل وفضائل سے متعلق کتابیں خرید کر مسلمانوں میں تقسیم کریں، تاکہ معاشرے میں رمضان کے مسائل وفضائل معلوم کرنے کی ایک عام فضا قائم ہوجائے۔

10۔تلاوت قرآن کریم

قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں،لیکن کوشش کریں کہ قرآن کریم کو صحیح اور درست پڑھیں، تلفظ اور ادائیگی میں فحش غلطیوں سے اجتناب کریں، اگر پہلے سے پڑھا ہوا نہیں تو کوشش اس بات کی کریں کہ اس مہینے میں قرآن پاک کے حوالے سے اتنی محنت کریں کہ قرآن صحیح پڑھنا آجائے۔

11۔ ماتحتوں کی فکر

اپنی اولاد، بہن بھائیوں اور اپنے ماتحتوں کی فکر کریں کہ وہ بھی اس مہینے کو قیمتی بنائیں، خدانخواستہ ان کے اوقات کسی غلط اور لغو کام میں صرف نہ ہوجائیں۔ پیار، محبت، ترغیب اور بقدر ضرورت ترہیب کے ساتھ ان کو اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔

12۔ نماز پنج گانہ باجماعت کا اہتمام

نماز پنج گانہ باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔ عام طور سے مغرب میں افطار کی وجہ سے اور فجر

میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے جماعت کی نماز سے غفلت برتی جاتی ہے، یہ بہت بڑی محرومی کی بات ہے۔ تھوڑی سی ہمت کر کے ہم خود بھی اور ترغیب کے ذریعے دوسروں کو بھی اس غفلت سے بچا سکتے ہیں۔فرائض باجماعت ادا کرنے کے اہتمام کے علاوہ سنن اور نوافل کا بھی خاص اہتمام کریں، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے علاوہ بھی کچھ وقت نوافل کے لیے مخصوص کردیں، کیوں کہ رمضان میں نفل کا ثواب فرائض کے بقدر کردیا جاتا ہے۔

13۔وقتِ سحر اعمال کا اہتمام

سحری کا وقت بہت ہی قیمتی وقت ہوتا ہے، اس وقت اللہ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، ایک تو سحری کھانے کا اہتمام ہو، اس کے علاوہ کچھ وقت بچا کر اذکار، وظائف اور استغفار میں لگائیں، اس وقت استغفار کرنا متقیوں اور اہل جنت کی صفات میں سے ہے۔

14۔خواتین کے لئے

خواتین رمضان کی مبارک گھڑیوں کو صرف کھانے پکانے میں صرف نہ کریں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ افطاری وسحری تیار کرنا اجر وثواب کا باعث ہے، لیکن ضرورت کے بقدر وقت اس میں صرف کریں اور اس کے علاوہ اوقات کو اعمال صالحہ میں صرف کریں۔

15۔بازاروں میں فضول گھومنے پھرنے سے اجتناب

رمضان میں بہت سارے خواتین وحضرات بازاروں میں گھوم پھر کر کپڑوں، جوتوں اور دیگر اشیاء کی خریداری کے عنوان سے اپنے قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں، اعمال صالحہ سے محروم ہوجاتے ہیں۔رمضان سے متعلق جتنی ضروریات ہیں اور ان کو پہلے سے خریدنا ممکن ہو تو ماہ مبارک شروع ہونے سے پہلے ہی خرید لیں اور باقی اگر رمضان میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بقدر ضرورت چیزیں خرید کر فوراً گھر لوٹ آئیں، بازاروں اور شاپنگ مالوں میں فضول گھوم پھر کر اپنا قیمتی وقت ضائع اور برباد نہ کریں۔

16۔بیس رکعات تراویح کا اہتمام

تراویح کی نماز اور اعتکاف کا مکمل اہتمام کریں، بیس رکعات تراویح پر خیر القرون سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ متفق ہے۔سستی اور غفلت یا کسی کے شک میں ڈالنے سے کچھ رکعات (مثلاً آٹھ رکعات) پڑھ کر

جان نہ چھڑائیں، بلکہ مکمل ۲۰ رکعات پڑھنے کا اہتمام کریں، اس میں سستی کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔

17۔ خواتین کی تراویح واعتکاف

خواتین اپنے گھروں میں فرض نمازوں کے ساتھ تراویح اور اگر آسانی ہو تو اعتکاف کا بھی اہتمام کریں، تراویح اور اعتکاف کا حکم جیسے مردوں کے لیے ہے، ایسے ہی خواتین کے لیے بھی ہے، البتہ مرد حضرات دونوں عمل مسجد میں سرانجام دیں گے اور عورتیں گھروں میں۔

18۔ بچوں کو نماز روزہ کا عادی بنائیں

کوشش کریں کے سات سال کے بچوں کو نماز اور روزہ کا عادی بنائیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں، ہمت دلائیں، تاکہ وہ بھی اس مہینے کی برکات سے مالا مال ہو جائیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رمضان میں اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور ان کو مشغول رکھنے کے لیے کھلونے بنا کر دیتے تھے۔

یہ چند امور رمضان کے مہینے کو قیمتی بنانے کے حوالے سے قابل توجہ ہیں، ان کے علاوہ بھی ائمہ مساجد اور مستند علماء سے پوچھ پوچھ کر اپنا رمضان قیمتی بنا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس مبارک ماہ کی قدر نصیب فرمادے۔ (آمین)

جہنم سے آزادی وخلاصی؟ کیسے ممکن؟

ہر مسلمان کی یہ خواہش وچاہت ہوتی ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب قرار پائے، جنت میں چلا جائے اور اسے جہنم سے خلاصی وآزادی عطا ہو جائے، حدیث شریف میں ہے:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”رمضان کے ہر دن اور رات کو اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر دن اور رات ایک دعا قبول ہوتی ہے“۔ مسند امام احمد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ: ”ہر افطار کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتے ہیں“۔

وہ کون سے اعمال واسباب ہیں جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم سے خلاصی وآزادی عطا فرماتے ہیں؟ خاص طور سے رمضان کے مبارک مہینے میں، جب اللہ کی رحمت عام ہو جاتی ہے، شیاطین مقید کر دیے

جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ہم گناہ گار مسلمانوں کو یہ موقع غنیمت سمجھنا چاہئے کہ بلاعوض جنت عطا کی جارہی ہے اور جہنم سے خلاصی عنایت ہورہی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" أنت عتيق الله من النار" یعنی آپ کو اللہ نے آگ سے آزادی عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح ہر مسلمان کو آگ سے خلاصی مل جائے، اس کے لیے اعمال کو اختیار کرنا ہوگا۔

1۔ اعمال میں اخلاص

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:"کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ، اللہ کی رضا کے لیے" لا إله إلا الله" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کردیتے ہیں"۔

اخلاص کی واضح علامت یہ ہے کہ بندہ مکمل بیداری، اہتمام اور نشاط کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرے اور اس بات کو محبوب رکھے کہ سوائے اللہ کے کوئی اس کے اعمال پر مطلع نہ ہوسکے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کب پتہ چلتا ہے کہ بندہ مخلصین میں سے ہے؟، انہوں نے فرمایا: اس وقت جب بندہ اپنی تمام کوششیں اور صلاحیتیں اللہ کی اطاعت میں صرف کرے اور یہ تہیہ کرے کہ بندوں کے نزدیک اس کا کوئی مقام و مرتبہ نہ ہو۔

2۔ تکبیر تحریمہ کے ساتھ باجماعت نماز کا اہتمام

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' جس نے چالیس (۴۰) دن تک باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی، اس کو دو پروانے عطا کیے جاتے ہیں، ایک جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا''۔

ہم کوشش کریں کہ اذان ہونے کے بعد صرف نماز کی تیاری میں مشغول ہوں، ان شاء اللہ! کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوگی۔

3۔ عصر اور فجر کی نمازوں پر محافظت (پابندی)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا جو سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھ لے۔" (یعنی فجر اور عصر کی)۔ فجر اور عصر کی نمازوں

کے ساتھ ان کی سنتوں کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔مسلم شریف ہی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" اللہ تعالی اس بندے پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات پڑھیں"۔

4۔ظہر سے پہلے اور بعد میں سنتوں کا اہتمام

ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جس نے ظہر سے پہلے اور بعد کی چار رکعتوں پر محافظت کی، اللہ تعالی اس کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں"۔

یہ فضیلت پابندی کرنے والوں کو حاصل ہوگی، لہذا ہر آدمی کو مذکورہ بالا اعمال کے اہتمام کی کوشش کرنی چاہیے۔

5۔ اللہ کی خشیت سے رونا

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:" وہ شخص ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کی خشیت سے رویا، حتی کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے، اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہو سکتے"۔ (رواہ الترمذي والنسائی)

وہ لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں جو اللہ کی خشیت سے روتے ہیں، دلوں پر لگا ہوا گناہوں کا زنگ ندامت کے آنسو سے دھوتے ہیں، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:" اگر کوئی پورے سال میں ایک مرتبہ بھی اللہ کی خشیت سے رویا تو یہ بھی بہت ہے"۔

مسلم شریف کی روایت کے مطابق اللہ کے عرش کا سایہ پانے والے سات خوش نصیبوں میں سے ایک وہ آدمی ہے جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو قطروں سے بڑھ کر اللہ کو کوئی چیز پسندیدہ نہیں، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا گیا ہو"۔

خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آنسو کا ایک قطرہ آگ کی کئی موجوں کو بجھانے کے لئے

کافی ہوتا ہے، اگر کوئی آنسو آنکھ سے نکل کر رخسار پر بہہ پڑتا ہے تو وہ چہرہ کبھی آگ کو نہ دیکھے گا۔ کوئی بھی بندہ اللہ کی خشیت سے نہیں روتا، مگر اس کے اعضاء و جوارح بھی اس کے ساتھ خشیت اختیار کرتے ہیں، اس کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ ملأ اعلی پر لکھا جاتا ہے، اس کا دل اللہ کے ذکر کے ساتھ روشن ہوتا ہے (الرقۃ والبکاء لابن أبی الدنیا) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خشیت کا کوئی آنسو نصیب فرمادے۔

6۔ اللہ کی راہ میں چلنے والے قدم

ترمذی شریف کی روایت میں یزید بن أبی مریم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کی نماز کے لئے جا رہا تھا تو عبایہ بن رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ ملے اور کہا کہ تمہیں خوش خبری ہو کہ تمہارے یہ قدم اللہ کے راستے میں پڑ رہے ہیں، میں نے ابو عبس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے دونوں پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں وہ جہنم کی آگ پر حرام ہو جاتے ہیں"۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ: "پہلے وقت میں غسل کر کے جمعہ کی نماز کے لئے آنے اور بات چیت کئے بغیر خطبہ سننے پر ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام کا ثواب عطا کیا جاتا ہے"۔

ایمان والوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ اٹھنے والا ہر قدم اللہ کی راہ میں، اللہ کی طرف بلانے کے لیے، مظلوم کی مدد کے لیے، مسلمان بھائی کی حاجت کو پورا کرنے، مریض کی عیادت اور جنازہ کی نماز میں شرکت کے لیے ہو۔

7۔ اخلاق کی نرمی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ہلکا، نرم خو اور لوگوں کے قریب ہوگا اللہ اس کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں"۔ (رواہ الحاکم)

علامہ مناویؒ "فیض القدیر" میں فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ سب سے زیادہ نرم خو تھے، آپ کے صحابہؓ جب کسی دنیوی معاملہ کے بارے میں بات چیت کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے، اور جب آخرت کے امور کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ آخرت کا تذکرہ فرماتے اور جب صحابہؓ کھانے کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ کھانے ہی کی بات چیت

فرماتے تھے‘‘۔

8۔بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش

بیہقیؒ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:’’میری امت کا جو بھی شخص تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کرے گا اور ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے گا تو یہ (بیٹیاں اور بہنیں) اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی‘‘۔

مسندامام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ:’’ان کو سنجیدگی کے ساتھ کھلایا، پلایا، اور پہنایا تو یہ اس کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ سے حجاب بن جائیں گی‘‘۔

9۔ غلاموں کو آزاد کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:’’کوئی بھی مسلمان مرد کسی مسلمان غلام کو آزاد کردے تو یہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا باعث ہے، اس کی ہر ہڈی کے بدلے اس کی ہر ہڈی کو آزاد کردیا جائے گا اور کوئی بھی مسلمان عورت کسی مسلمان باندی کو آزاد کرے تو یہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا باعث ہے، اس کی ہر ہڈی کے بدلے اس کی ہر ہڈی کو آزاد کردیا جائے گا‘‘۔(رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

آج اگر چہ غلام و باندی کو آزاد کرنا ممکن نہیں رہا، لیکن ااﷲ کے فضل وکرم سے دوسرے ایسے اعمال ہیں جو ان کے قائم مقام قرار دیے گئے ہیں۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ:’’ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے دو گردنوں کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ میں فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کروں’’ اللہ أکبر، الحمدللہ، سبحان اللہ اور لا إلہ إلا اللہ‘‘کہوں۔

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورج طلوع اور غروب ہونے سے قبل سو مرتبہ’’سبحان اللہ‘‘ کہا تو یہ سو غلام آزاد کرنے سے افضل ہے اور جس نے سورج طلوع اور غروب ہونے سے قبل سو مرتبہ’’الحمدللہ‘‘ کہا تو یہ اللہ کی راہ میں سو گھوڑے دینے سے افضل ہے، اور جس نے سورج غروب وطلوع ہونے سے قبل سو مرتبہ’’لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو علي كل شيء قدير کہا تو قیامت کے دن کوئی اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا، مگر یہ کہ وہ اس سے زیادہ مرتبہ کہے۔

نسائی ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آگ سے بچاؤ کے لیے ڈھال لےلو اور یہ کلمات کہو: سبحان اللہ،

الحمد للہ، ولا إلہ إلا اللہ واللہ أکبر؛ اس لیے کہ قیامت کے دن یہ کلمات بندے کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے آئیں گے، اور یہی کلمات باقیات صالحات ہیں۔

10۔ مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کی، غیر موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کیا، اللہ پر حق ہے کہ اس کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے"۔ (رواہ احمد والطبرانی)۔

پہلے تو کوشش کریں کہ کسی ایسی مجلس میں ہماری شرکت ہی نہ ہو جس میں غیبت، بہتان وغیرہ کسی بھی ذریعہ سے دوسرے مسلمان کی ہتک عزت کی جارہی ہو، اگر مجبوراً بیٹھنا پڑے تو کسی کی غیبت سننے سے اجتناب کریں، زبان سے، یا کم از کم دل سے اس پر نکیر کریں، ورنہ اس مجلس سے اٹھ جائیں۔

11۔ الحاح وزاری اور دعا کی کثرت

مسند امام احمدؒ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بھی مسلمان شخص تین دفعہ اللہ سے جنت نہیں مانگتا، مگر جنت یہ کہتی ہے کہ اے اللہ! اسے جنت میں داخل کر دے، اور کوئی بھی مسلمان شخص تین دفعہ جہنم کی آگ سے پناہ نہیں مانگتا، مگر جہنم کی آگ یہ کہتی ہے کہ اے اللہ! تو اسے مجھ سے پناہ دے دے"۔

کوشش اس بات کی کرنی چاہئے کہ ہم کثرت سے اپنی دعاؤں میں الحاح وزاری کے ساتھ جہنم کی آگ سے پناہ مانگیں اور جنت کو طلب کریں۔

12۔ روزہ جہنم کی آگ کے لیے ڈھال ہے۔

امام طبرانیؒ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "روزہ ڈھال ہے، اس ڈھال کے ذریعہ بندہ جہنم کی آگ سے بچاؤ کرتا ہے"۔

کوشش کریں کہ اس ڈھال کو غیبت اور چغل خوری سے پھاڑ نہ ڈالیں، تاکہ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے بطور ڈھال کام آسکے، کیوں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا جب تک اسے غیبت، چغل خوری وغیرہ سے پھاڑ نہ ڈالا جائے۔

13۔ فقراء، مساکین اور مستحق لوگوں کو کھانا کھلانا

"حلیۃ الأولیاء" میں ایک اسرائیلی روایت منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت

سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا بدلہ ہے جو آپ کی رضا کی خاطر مسکین کو کھانا کھلائے؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! میں ایک آواز لگانے والے کو حکم دیتا ہوں کہ وہ علی رؤس الاشہاد اعلان کرے کہ فلاں بن فلاں اللہ کی طرف سے جہنم کی آگ سے آزاد کردہ ہے۔

فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا عمل ہے، بلکہ اسے افضل الاعمال شمار کیا گیا ہے۔ طبرانیؒ کی روایت میں ہے کہ: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو خوش کرنا، بایں طور کہ آپ نے اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا، یا کپڑے پہنا دیے، یا اس کی کوئی اور حاجت پوری کر دی"۔

طبرانیؒ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " جنت میں کچھ کمرے ایسے ہیں جن کا ظاہر ان کے باطن (اندر) سے اور باطن ظاہر سے دکھائی دے گا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ کس کو ملیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جن کا کلام پاکیزہ ہوگا، جس نے لوگوں کو کھانا کھلایا اور رات قیام میں گزاری جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

غرض کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی اور معاصی سے اجتناب کے بعد یہ چند اعمال ہیں جن کے اختیار کرنے اور ان پر مداومت سے ہم بھی جہنم کی آگ سے خلاصی پا سکتے ہیں، اگر پہلے سے ان پر عمل پیرا ہیں تو بہت ہی اچھی بات ہے، رمضان میں مزید اہتمام کی کوشش کریں، اگر ایسا نہیں تو پھر ابھی سے نیت اور عزم کریں کہ ہم خود بھی ان اعمال کو اختیار کریں اور دوسروں کو بھی ان اعمال کی طرف متوجہ کریں۔

اعمال صالحہ کے ساتھ عقائد کی درستگی بھی نہایت ضروری ہے، وگرنہ یہ اعمال کسی کام نہ آسکیں گے، لہذا کوشش کریں کہ مستند اور معتمد علماء کرام سے رجوع کر کے اپنے عقائد کی اصلاح کی بھی کوشش کر لیں، تاکہ اعمال کی عمارت کو صحیح اور مضبوط بنیاد فراہم ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال خیر پر آنے کی توفیق عنایت فرمائے اور جہنم کی آگ سے مکمل خلاصی وآزادی عطا فرمائے

***

اکابرین کے معمولاتِ رمضان

مفتی محمد وقاص رفیع
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ خاص کر رمضان المبارک کی راتوں میں شب بیداری کا اہتمام فرماتے تھے، مغرب کے بعد دو حافظ اوابین میں سناتے، عشاء کے بعد تراویح میں نصف شب تک تین حافظ سناتے، اس کے بعد نوافل تہجد میں دو حافظ قرآن پاک سناتے تھے، اسی طرح پوری رات گزر جاتی تھی۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے رمضان المبارک سفر حجاز کے دوران روزانہ ایک ایک پارہ یاد کر کے حفظ قرآن مکمل فرمایا تھا، پھر بکثرت قرآن پاک کا ورد رکھتے تھے اور تراویح میں بڑی مقدار میں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا رمضان المبارک میں مجاہدہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا، ۷۰ سال کی عمر میں بھی عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کے روزہ کے بعد اوابین کی بیس رکعتوں میں کم از کم دو پارے تلاوت فرماتے، تراویح بھی نہایت اہتمام اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے، بچے ہوئے وقت میں زبانی تلاوت جاری رہتی، تہجد میں بھی دو ڈھائی گھنٹے صرف ہوتے، نماز فجر کے بعد اشراق تک وظائف ودرود میں مشغول رہتے، دن کے اکثر اوقات بھی تلاوت واذکار اور مراقبہ میں گزرتے، اس میں بھی یومیہ کم از کم ۱۵ پارے قرآن کریم پڑھنے

کا معمول تھا۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی رمضان المبارک میں خاص حالت ہوتی اور دن رات عبادت خداوندی کے سوا کام ہی نہ ہوتا، آپ اگرچہ خود حافظ نہ تھے لیکن نہایت اشتیاق کے ساتھ دیگر حفاظ کرام سے تراویح اور تہجد کے نوافل میں ساری ساری رات کلام پاک سنتے تھے، بعض تراویح میں آپ کا چھ چھ اور دس دس پارے سننے کا معمول بھی نقل کیا گیا ہے، ساری ساری رات آپ متعدد حفاظ سے کلام پاک سننے میں گزار دیتے، تہجد کی جماعت میں دیگر اہل خانہ اور متعلقین بھی شرکت کرتے، مسلسل کھڑے ہونے کی بنا پر آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تو دل میں خوش ہوتے کہ اس سنت کی ادائیگی کی بھی سعادت حاصل ہوگئی، ایک مرتبہ کم کھانے اور طول قیام سے رمضان المبارک میں نہایت کمزور ہوگئے، پاؤں کا ورم بھی بہت زیادہ ہوگیا، مگر قلبی شوق تھا کہ چین نہ لینے دیتا تھا، کثیر مقدار میں قرآن مجید سننے کے لئے مستعد تھے، آخر لاچار ہوکر گھر کی عورتوں نے حافظ کفایت اللہ صاحب (جن سے آپ کثر قرآن سنا کرتے تھے) کو کہلا بھیجا کہ آج کسی بہانے سے تھوڑا سا ہی پڑھا کر بس کر دیجئے، مولوی صاحب نے تھوڑا سا پڑھا کر اپنی طبیعت ناساز ہونے کا عذر پیش کیا، چونکہ حضرت کو دوسروں کی راحت کا بہت خیال رہتا تھا، خوشی سے منظور کرلیا، اندر حافظ صاحب لیٹ گئے اور باہر خود حضرت آرام فرمانے لگے، مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے، انہوں نے ہوشیار ہوکر جب دیکھا کہ خود حضرت شیخ الہند پاؤں دبا رہے ہیں تو ان کی حیرت اور ندامت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، حافظ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے تو مولانا نے فرمانے لگے کہ نہیں بھائی کیا حرج ہے، تمہاری طبیعت اچھی نہیں، ذرا راحت آجائے گی۔ (سوانح شیخ الہند اصغری)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ رمضان المبارک شروع ہوئے ہی اپنی تمام مصروفیات (مجالس ومکاتیب وغیرہ) ختم کر کے پورے طور پر خلوت نشیں ہوکر مصروف عبادت وریاضت ہوجاتے، رات دن کے ۲۴ گھنٹے میں صرف ایک گھنٹہ آرام فرماتے، تلاوت قرآن کریم سے نہایت شغف تھا، آپ حافظ قرآن بھی تھے، اس لئے شب کا قریب قریب سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا، جب خود تراویح میں قرآن کریم سناتے تو دو ڈھائی بجے فراغت ہوتی اور اخیر عمر جب خود سنانا موقوف ہوگیا تو تراویح میں پورے مہینہ میں تین چار ختم سن لیا کرتے تھے، عصر ومغرب کے درمیان کا وقت عام دربار اور سب کی ملاقات کیلئے مخصوص ہوتا، اس کے علاوہ بغیر کسی خاص ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے، اور حجرہ شریف کا

دروازہ بند فرما کر خلوت کے مزے لوٹتے اور اپنے مولائے کریم سے راز و نیاز میں مشغول رہتے، اس لئے عشاق وزائرین نماز میں آتے جاتے آپ کی زیارت پر اکتفا کرکے طبعی سکون حاصل کرتے تھے، ماہ رمضان میں تو اس قدر مجاہدہ بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا، افطار وسحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چائے اور آدھی یا ایک چپاتی ہوتا تھا۔

محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ باوجود کثیر علمی مصروفیات اور تصنیفی مشغولیات کے رمضان المبارک کا نہایت اہتمام فرماتے، جب تک طاقت رہی کبھی تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چھوڑا، عموماً تراویح میں قرآن پاک سوا پارہ پڑھنے کا معمول رہا، جو انتہائی ترتیل کے ساتھ پڑھا جاتا، رات میں تہجد کی نوافل میں انہماک بھی رہتی، دن کے اوقات اکثر تلاوت اور علمی انہماک میں گزارتے تھے اور جوں جوں عمر بڑھتی گئی اس اہتمام میں اضافہ ہوتا گیا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ رمضان المبارک میں کیا لطف حاصل کیا کرتے تھے، رمضان میں اکثر خود قرآن شریف سناتے اور بلا مانع کبھی قرآن سنانا نہیں چھوڑتے، نصف قرآن تک سوا پارہ، پھر ایک پارہ روزانہ پڑھتے، ستائیسویں شب کو اکثر ختم کرتے، یادداشت اتنا اچھا کہ کہیں متشابہ نہیں لگتا، قرآن شریف سے طبعاً حضرت والا کو ایسی مناسبت تھی کہ گویا از اول تا آخر نظر کے سامنے ہے، کوئی آیت پوچھی جائے کہ کہاں آئی ہے تو بغیر کسی دیر جواب حاضر ہوتا، آپ کی تراویح کی جماعت اس قدر مجمع ہوتا کہ کوئی مغرب کے پھرتی سے کھانا کھا کر پہونچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم ہوتا، اعتکاف میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رہتا، آپ کی مشہور کتاب "قصد السبیل" اعتکاف ہی میں صرف آٹھ دن میں لکھی گئی، اکثر تہجد کی نماز میں ایک پارہ روزانہ پڑھنے کا معمول رہا، بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ، جب حکیم الامت تہجد کی نماز پڑھتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اٹھتا اور سفید رنگ کے شعلے حضرت کے جسم سے بار بار اوپر اڑتے (معمولات اشرفی)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے یہاں رمضان المبارک کا مہینہ باغ وبہار کا زمانہ ہوتا تھا، آپ اپنے تمام دینی وسیاسی اسفار موقوف فرما کر ایک جگہ پورے ماہ قیام فرماتے اور تشنگان معرفت کو اپنے فیوض عالیہ سے پوری طرح سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کرتے تھے، ملک کی تقسیم سے قبل تک سلہٹ (بنگلہ دیش) میں قیام رمضان کا معمول رہا اور تقسیم کے بعد ناقدہ اور بانسکنڈی (آسام) میں قیام

فرماتے رہے، دن میں زیادہ تر وقت تلاوت، اصلاح اور ارشاد میں گزارتے، عصر کے بعد قرآن کریم کا دور فرماتے، اس کے بعد افطار تک استغراق کی حالت میں رہتے، مغرب کے بعد ۲ رکعت نفل نہایت طویل ادا فرماتے، تراویح کی امامت عموماً خود ہی نہایت اطمینان کے ساتھ فرماتے اور ہر تراویح میں کافی دیر توقف فرما کر ذکرو اذکار میں مشغول رہتے، تراویح کے بعد مختصر واعظ ہوتا جس میں بہت بڑا مجمع شریک ہوتا، آپ کے یہاں تہجد کی باجماعت ادائیگی کا معمول تھا، ایک قرآن پاک آپ خود پڑھتے، دوسرا مولانا جلیل صاحب مرحوم پڑھا کرتے تھے، ہر سورۃ کے شروع میں جہرا بسم اللہ پڑھنے کا بھی معمول تھا۔ اخیر عمر تک آپ کے مجاہدات میں کوئی فرق نہیں آیا، ٹانڈہ کے قیام کے زمانہ میں گرمی سخت تھی، پھر ضعف اور مرض کی وجہ سے خشکی کی بنا پر آپ کے لئے پڑھنا دشوار ہوتا تھا، لیکن اس حال میں بھی آپ نے پورا کلام پاک اسی شان کے ساتھ سنایا جو آپ کا امتیاز تھا، رمضان میں متوسلین کے جھرمٹ میں رہنے کے باوجود آپ کا انقطاع عن الخلق قابل رشک تھا اور وہ اور وہ کیفیت رہتی تھی جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، آخری رمضان میں آپ بانسکنڈی (آسام) میں گزارا، یہاں تراویح میں آپ کے منجھلے صاحب زادے حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی (صدر جمعیۃ العلماء ہند) نے پہلی مرتبہ قرآن پاک سنانے کی سعادت حاصل کی۔

محدث کبیر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ ایک قاری صاحب جو میرے دوست تھے، میری ملاقات کیلئے تشریف لائے، رمضان شریف کے آخری ایام تھے، وہ بڑا نفیس قرآن پڑھتے تھے، میں نے کہا بجائے وقت گزارنے کے چلو نفل پڑھتے ہیں، چنانچہ ان قاری صاحب نے نفل کی نیت باندھ لی اور میں نے اقتدا کی، بس تو پھر کیا پوچھنا وہ تو پڑھتے چلے گئے اور میں لطف اٹھاتا چلا گیا، وہ ایکسپریس گاڑی کی طرح سورتوں کے اسٹیشن طے کرتے چلے گئے اور سحری سے پہلے پورے قرآن کریم دو رکعتوں میں ختم کرڈالا۔ (بینات، بنوری نمبر ۷۰۶، مضمون قاری رفیق صاحب)۔

خادم القرآن حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ کو بھی تلاوت قرآن سے بے حد شغف تھا، اسفار میں مسلسل تلاوت جاری رہتی اور دسیوں پارے تلاوت فرما لیتے، رمضان المبارک کے مہینے میں یہ اہتمام مزید بڑھ جاتا، آپ کے بعض سوانح نگاروں نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک اہل بدعت کے علاقہ میں تراویح سنانے تشریف لے گئے، تو ایک ہی رات تراویح میں ۲۱ پاروں کی تلاوت

فرمادی۔(تذکرہ الصدیق ۱/۷/۴۱)۔

رہبر ملت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم (امیر شریعت سادس امارت شرعیہ بہار و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ) بھی رمضان المبارک مہینے کا خاص اہتمام فرماتے، آپ کوتلاوت قرآن سے بے حد شغف ہے، غیر رمضان میں ایک ایک پارہ روزانہ پڑھنے کا معمول رہتا، رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی اس میں اضافہ ہوجاتا اور دو، تین پارہ یومیہ پڑھنے کا معمول ہوتا، عمر کے ۹۰ سال میں ضعف ونقاہت کے باوجود پابندی سے روزہ کا اہتمام فرماتے، نماز تراویح بھی متعلقین کے سہارے مسجد میں جا کر نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے، پہلے تہجد کا اہتمام فرماتے لیکن ادھر کمزوری کی وجہ سے تہجد ادا نہیں کرتے، کبھی کبھی صحت میں انشراح ہوتی تو تہجد بھی مزے لے کر پڑھتے، سحر میں چائے اور بسکٹ کا خاص اہتمام فرماتے۔ راقم الحروف کو بھی رمضان المبارک میں دو دن اور ایک شب حضرت مدظلہ کے ساتھ گزارنے کا شرف حاصل ہوا ہے، میں نے بخوبی حضرت کے معمولات رمضان المبارک کا مشاہدہ کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رمضان میں روزے دار کو ان امور کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) نفس کو قابو میں رکھے۔

(۲) زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور فحش گوئی سے محفوظ رکھے۔

(۳) حسد وکینا سے ہر ممکن پرہیز کرے۔

(۴) اپنے عضاء کو گناہوں سے پاک رکھے۔

(۵) افطار حلال کمائی سے ہی کرے ورنہ روزہ کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

(۶) افطار کے وقت دعاؤں کا خاص اہتمام ہو۔

(۷) لڑائی جھگڑے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے (۸) اپنے معاملات کو چاہئے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم صاف رکھے۔

٭٭٭

زکوۃ دینے والوں کی خدمت میں

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

مال و دولت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے؛ اس لیے اسے کلی اختیار ہے کہ وہ انسان کو اس بات کا پابند بنائے کہ کہاں سے کس طرح کمایا جائے اور کہاں کس طرح خرچ کیا جائے۔ زکوۃ ایک اہم ترین مالی عبادت اور اسلام کا بنیادی فریضہ ہے، جسے ہم دردی و غم خواری کے جذبے کو پروان چڑھانے، دولت کی منصفانہ تقسیم کو رواج دینے اور حب مال و دولت پرستی کے زہریلے اثرات سے نفس کو پاک کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ انسانی معیشت کے استحکام و مضبوطی اور فرد و معاشرے کی ظاہری ترقی میں مال و دولت کا کلیدی کردار رہا ہے، جس طرح انسان کے دوران خون میں ذرہ برابر فرق آجائے تو زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، ایسے ہی اگر گردشِ دولت منصفانہ وعادلانہ نہ ہو تو معاشرتی زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اسی خطرہ کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ وصدقات کا نظام قائم فرمایا ہے؛ چناں چہ شرعی اعتبار سے ہر اس مسلمان مرد و عورت پر زکوۃ فرض ہے۔ زکواۃ کا نصاب مستند دارالافتاء سے معلوم کرلیا جائے۔

فقہاء کرام کے مطابق زکوۃ کے فرض ہونے کے لیے دس شرائط ہیں: ۱: مسلمان ہونا، کافر پر زکوۃ فرض نہیں۔ ۲: آزاد ہونا، غلام پر زکوۃ فرض نہیں۔ ۳: بالغ ہونا، بچے پر زکوۃ فرض نہیں۔ ۴: عاقل ہونا، مجنون اور دیوانے پر بھی زکوۃ فرض نہیں۔ ۵: مکمل ملکیت کا ہونا، غیر مقبوض مال پر بھی زکوۃ فرض نہیں۔ ۶: صاحب نصاب ہونا (جس کا ابھی ذکر ہوا)۔ ۷: مال کا حاجت اصلیہ (روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ) سے زائد ہونا۔ ۸: اتنا مقروض نہ ہونا کہ اگر قرض ادا کیا جائے تو آدمی صاحب نصاب ہی نہ رہے۔ ۹: ''مال نامی'' یعنی

بڑھنے والا مال ہونا، جس کی قیمت بڑھتی رہتی ہو جیسے سونا چاندی غیرہ۔ ۱۰: نصاب پر پورے سال کا گزرنا۔

زکوۃ کے صحیح ہونے کی تین شرطیں:

زکوۃ کے صحیح ہونے کے لیے علماء کرام نے تین شرطیں بتلائی ہیں۔ اگر یہ شرطیں اکٹھی پائی جائیں گی تو زکوۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں۔

پہلی شرط نیت کرنا: نیت کے بغیر زکوۃ ادا نہیں ہوتی، نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے زکوۃ کہہ کر دینا ضروری نہیں، زکاۃ کی ادائیگی کے لیے رقم دیتے وقت یا رقم کو جدا کر کے رکھتے وقت نیت کرنا ضروری ہے۔ اگر رقم دینے کے بعد زکاۃ کی نیت کی گئی تو ایسی نیت شرعاً معتبر نہیں، اور نہ ہی اس طرح سے زکاۃ ادا ہوتی ہے۔

دوسری شرط ضرورت مند کو دینا: سورۃ التوبہ کی آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ (8) ایسے لوگ بتائے ہیں جن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ یہ مصارف زکوٰۃ کہلاتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1.: فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ مال ہے؛ مگر اتنا نہیں کہ نصاب کو پہنچ جائے یا مال تو بقدرِ نصاب ہے، مگر ضروریات اصلیہ کے علاوہ نہیں ہے، اور ضروریات میں رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن وغیرہ سب داخل ہیں۔

2: مسکین یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔

3: عامل یعنی وہ شخص جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکوٰۃ اور عشر لوگوں سے وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو، واضح رہے کہ عامل کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں ہے۔

4: مؤلفۃ القلوب یعنی وہ لوگ جن کی دل جوئی کے لیے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے، ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے، غیر مسلموں کی دل جوئی اور اسلام کی ترغیب کے لیے اور نو مسلموں کی دل جوئی اور اسلام پر پختہ کرنے کے لیے زکوۃ دی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہوگئی اور کفار کے شر سے بچنے اور نو مسلموں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت بھی ختم ہوگئی، اس لیے اب ان کا حصہ بھی ختم ہوگیا۔

5: رِقاب سے مراد وہ غلام ہے، جس کو آقا نے مال کی کوئی مقدار مقرر کر کے کہہ دیا کہ اتنا مال کما کر

ہمیں دوتوتم آزد ہو، اس کوفقہاء کی اصطلاح میں مکاتب غلام کہا جاتا ہے؛لیکن واضح رہے کہ اب نہ غلام ہیں اور نہ اس مدّ میں اس رقم کے صرف کرنے کی نوبت آتی ہے۔

6:غارم سے مراد مدیون (مقروض) ہے یعنی اس پر اتنا قرض ہو کہ اسے نکالنے کے بعد صاحب نصاب باقی نہ رہے۔

7:فی سبیل اللہ کے معنی ہیں راہِ خدا میں خرچ کرنا، یہ ایک وسیع المعنیٰ لفظ ہے، دین کی خاطر اور اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے جو محنت ومشقت کی جائے وہ اس کے مفہوم میں داخل ہے، لہٰذا دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے ضرورت مند افراد (غازی، حاجی، طالب علم) اس کا مصداق ہیں۔

8:ابن سبیل سے مراد وہ مسافر شخص ہے، جس کے پاس چاہے اپنے وطن میں نصاب کے برابر مال موجود ہو؛ لیکن سفر میں اس کے پاس اتنے پیسے نہ رہے ہوں، جن سے وہ اپنی سفر کی ضروریات پوری کر کے واپس وطن جا سکے۔(مستفاد از معارف القرآن)

احناف کے نزدیک ان میں سے کسی بھی مصرف میں زکوٰۃ دینے سے ادائیگی ہو جائے گی اور دینے والا دینی فریضہ سے سبکدوش ہو جائے گا، خواہ ایک پر صرف کرے خواہ دو پر خواہ زیادہ پر یہ اس کے اپنے اختیار میں ہے۔

تیسری شرط مالک بنانا

مستحق کو مالک بنانا بھی ضروری ہے، مالک نہیں بنایا، صرف اباحت کر دی تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی؛ مثلاً کسی غریب کو گھر پہ بلا کر کہا جتنا چاہے کھانا کھالو تو یہ مالک بنانا نہیں ہے؛ بلکہ اباحت ہے اس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

حقیقی مستحق تک زکوۃ پہنچایئے!

زکوٰۃ دینے والوں کو ادائیگی زکوٰۃ سے قبل اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہیے کہ کیا یہ شخص واقعی زکوٰۃ کا مستحق ہے؟ کیا یہ ادارہ اپنا خارجی وجود رکھتا ہے؟ ان کے یہاں زکوٰۃ کے مصارف ہیں بھی یا نہیں؟ اگر کسی وجہ سے خود تحقیق نہ کر سکیں تو معتبر علماء اور اداروں کی تحقیق پر اعتماد کر سکتے ہیں؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ خود تحقیق کر کے مطمئن ہو جائیں، اگر بلا تحقیق زکوٰۃ دے دی؛ حالاں کہ وہ شخص یا ادارہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔اسی طرح پیشہ ور گداگروں کو زکوۃ دینے سے بچنا چاہیے؛ کیوں کہ جس آدمی کے پاس ایک دن کا کھانا ہو اور ستر ڈھانکنے کے لیے کپڑا ہو اس کے لیے لوگوں سے مانگنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو

آدمی کمانے پر قادر ہو اس کے لیے بھی سوال کرنا جائز نہیں ؛ البتہ اگر کسی آدمی پر فاقہ ہو یا واقعی کوئی سخت ضرورت پیش آ گئی ہو جس کی وجہ سے وہ انتہائی مجبوری کی بنا پر سوال کرے تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن مانگنے کو عادت اور پیشہ بنالینا حرام ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص بلا ضرورت مانگتا ہے تو قیامت کے دن اس کا یہ مانگنا اس کے چہرے پر زخم بن کر ظاہر ہوگا۔ لہٰذا جن کے بارے میں علم ہو کہ یہ پیشہ ور بھکاری ہیں تو ایسے افراد کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے؛ تاہم اس میں متکبرانہ انداز اختیار نہ کیا جائے، انھیں جھڑکا نہ جائے؛ بلکہ طریقے سے معذرت کر لی جائے۔ اسی طرح کسی خاتون کا بیوہ ہونا اس کو مصارف زکوۃ کی فہرست میں نہیں داخل کرتا۔ بہت سی بیوائیں سونے چاندی کے زیورات کی مالک ہونے کے سبب خود صاحب نصاب ہوتی ہیں، ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

رشتے داروں کا حق مقدم ہے!

عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مال وثروت رکھنے والے احباب ملی اور رفاہی اداروں کے تعاون میں تو بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، جو اچھی بات ہے؛ مگر اپنے ہی خاندان اور قریبی رشتہ داروں کی خبر گیری نہیں کرتے، جب کہ تعاون و امداد کے اولین حق دار یہی لوگ ہیں۔ ارشاد باری ہے: بے شک اللہ تعالی عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ (النحل) آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ رشتے داروں کے ساتھ امداد وتعاون کا معاملہ کرنا ان پر احسان نہیں ہے؛ بلکہ یہ وہ حق ہے جو اللہ نے اصحاب حیثیت پر ان کے رشتے داروں کے سلسلے میں عائد کیا ہے۔ اکثر لوگ یہاں کوتاہی کا ارتکاب کرتے ہیں : یا تو رشتے داروں کا بالکل تعاون نہیں کرتے یا رشتے داروں کا حق ادا کر کے ان پر احسان جتاتے اور ان کی عزت نفس کو مجروح کرتے ہیں، اس طرح اپنی نیکی کو بھی برباد کر لیتے ہیں؛ اسی لیے ایک رشتے دار باوجود غریب اور ضرورتمند ہونے کے اپنے کسی مال دار رشتے دار کا مالی تعاون لینے سے بالعموم گریز کرتا ہے۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل خاندان کے بعض افراد تو عیاشی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور انہی کے کئی رشتہ دار روٹی، کپڑے اور چھت کو ترستے ہیں۔ لہذا سب سے پہلے رشتہ داروں مثلاً بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، ساس، سسر، داماد وغیرہ میں سے جو حاجت مند اور مستحق زکوۃ ہوں، انھیں زکوۃ دینی چاہیے؛ اس لیے کہ ان کو دینے میں دوہرا ثواب ملتا ہے، ایک ثواب زکوۃ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا، جیسا کہ اس مفہوم کی متعدد روایتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں۔ نیز کسی تحفے یا ہدیے

کے شکل میں بھی مذکورہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بس ادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت ہونی چاہیے۔

حاجت مندوں کی حاجت کا خیال کیجیے!

زکوۃ کے حوالے سے ایک کوتاہی یہ بھی چلی آرہی ہے کہ کچھ زکوۃ ادا کرنے والے ضرورت مندوں کی ضرورت کو پیش نظر رکھنے کے بجائے اپنی خواہش کو ترجیح دیتے ہیں اور بڑی مقدار میں بازار سے سستے کپڑے اور دیگر (کم ضروری) چیزیں ہول سیل میں خرید لاتے ہیں، پھر انھیں اعلان کے ذریعہ مستحقین اور غیر مستحقین سب کے درمیان تقسیم کردیتے ہیں اور بہ زعم خویش فریضۂ زکوۃ سے عہدہ برآ ہوجاتے ہیں ؛حالانکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق زکوۃ وصدقات کے سلسلے میں فقراء ومساکین کی منفعت ملحوظ رکھنی چاہیے۔ نیز قرآن کریم میں عمدہ مال سے صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور گھٹیا مال سے صدقہ کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے؛ چنانچہ ایک جگہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے، جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو، جو تمھیں محبوب ہیں ''۔(آل عمران) اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو، اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کرو گے، جو (اگر کوئی دوسرا تمہیں دے، تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔'' (بقرۃ)

خلاصۂ کلام:

الغرض ہر صاحب نصاب کی ذمہ داری ہے کہ وہ خوش دلی سے سال بہ سال اپنی زکاۃ ادا کرے، زکاۃ ادا کرنے میں ٹال مٹول نہ کرے، اپنے مستحق رشتے داروں سے تعاون کا آغاز کرے اور اچھے سے اچھا مال راہ خدا میں صرف کرے۔ شہرت و ریا کاری اور احسان جتلانے کے ذریعہ اپنی اس عبادت کو باطل نہ کرے؛ بل کہ لینے والے کو اپنا محسن سمجھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان ملحوظ خاطر رکھے: صدقہ دیا کرو !ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔ (جس کے پاس صدقہ لے کر جائے گا) وہ یہ جواب دے گا کہ اگر تم کل اسے لائے ہوتے تو میں اسے قبول کرلیتا آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری)

''غزوہ بدر'' رسولِ اکرم ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی کا عظیم مظہر

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

غزوۂ بدر (12 تا 17 رمضان 2ہجری/ 8 تا 13 مارچ 624ء) اسلامی تاریخ کا وہ عظیم اور تاریخ ساز معرکہ ہے کہ جب اسلام و کفر، حق و باطل پہلی بار براہِ راست صف آراء ہوئے۔ اس تاریخی معرکے میں فرزندانِ اسلام کی تعداد کفّار کے مقابلے میں ایک تہائی تھی۔ وسائلِ جنگ کے اعتبار سے مسلمان بظاہر بہت کم زور تھے اور جزیرہ نمائے عرب کا اجتماعی ماحول بھی اُن کے خلاف تھا۔ کُفر اپنے پورے کرّ وفر، غرور و رعونت کے ساتھ تین گُنا زاید فوج لے کر حق کی بے سروسامانی سے نبرد آزما ہونے کو میدان میں آیا تھا، لیکن اللہ کی مدد و نصرت، رسولِ اکرم ﷺ کی دعاؤں، آپ ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی، صحابۂ کرامؓ کی ایمانی فراست، جرأت و شجاعت، بے نظیر استقامت، بہادری اور جذبۂ ایمانی کی بدولت کفّار و مشرکین کو ایسی فیصلہ کُن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا کہ جس نے اُن کی کمر توڑ کے رکھ دی۔

مؤرّخین اور سیرت نگار اِس تاریخ ساز معرکے کو ''غزوۂ بدرۃ الکبریٰ'' اور ''بدر العظمیٰ'' کے ناموں سے بھی موسوم کرتے ہیں، جب کہ قرآنِ کریم میں اسے ''یوم الفرقان'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یعنی وہ دن، جس میں حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے درمیان فرق آشکار ہوگیا۔ حق غالب رہا اور باطل مغلوب۔

تجزیہ و پس منظر

طلوعِ اسلام اور دعوتِ حق کے نتیجے میں معاشرہ دو گروہوں میں بٹ گیا تھا۔ ایک طرف وہ تھے، جنہوں نے پیغمبرِ رحمت ﷺ کی دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے حق و صداقت کا ابدی راستہ اختیار کیا، جب کہ دوسری طرف، باطل پرستوں کی پوری جماعت تھی، جو تمام تر وسائل و اسباب کے ساتھ حق کے خلاف صف آرا تھی۔

اہلِ اسلام کہتے تھے کہ اُنہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ جسے بہتر سمجھیں، وہ راہ اختیار کریں، جب کہ مشرکینِ مکّہ اِس بات پر ڈٹے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہیں، یعنی وہ مسلمانوں کے اعتقاد و ضمیر کی آزادی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اُن کی پوری جدوجہد، مخالفت اور کوششوں کا حاصل یہ تھا کہ اہلِ اسلام کو دینِ حق اور دعوت و توحید سے باز رکھیں۔

غزوۂ بدر کے اسباب

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے غزوۂ بدر کے متعدّد مذہبی، سیاسی اور معاشی اسباب بیان کیے ہیں۔(1) اسلام کی روز افزوں ترقّی اور دین کی اشاعت سے قریشِ مکّہ کے بُت پرستانہ باطل نظام کو خطرہ لاحق تھا۔(2) مکّے کی تیرہ سالہ زندگی میں کفّارِ قریش، مسلمانوں پر بے انتہا مظالم ڈھاتے رہے، بالآخر اُنھیں سخت اذیّت پہنچا کر مکّے سے ہجرت پر مجبور کیا۔(3) جو مسلمان ہجرت کر کے مکّے سے مدینے جا رہے تھے، اُن پر مظالم ڈھائے جاتے اور اُن کی جائیدادیں ضبط کر لی جاتیں۔(4) مسلمانوں کے نئے مسکن، یعنی حبشہ اور مدینے کے حکم رانوں یا بااثر افراد کو کفّارِ قریش مسلسل یہ ترغیب اور دھمکی دے رہے تھے کہ مکّے کے اِن تارکین کو پناہ نہ دی جائے۔(5) اِن ناانصافیوں کے انتقام لینے کے لیے ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمان، قریش پر معاشی دباؤ ڈالتے رہے۔ قریش کے تجارتی قافلوں کی آمد و رفت کو یثرب کے علاقے میں روک دیا جاتا تھا۔

قریشِ مکّہ کو اپنے تجارتی قافلوں کے لُوٹے جانے کا ہر وقت اندیشہ لاحق رہتا، جب کہ دُور دراز کے راستے اختیار کرنے پر اُنہیں نقصان ہوتا تھا۔ تو یہ تمام وہ اسباب تھے، جو آخر کار جنگِ بدر کا سبب بنے۔ (سیّد واجد رضوی/ رسول اللہ ﷺ میدانِ جنگ میں۔ ص 111) پیغمبرِ اسلام ﷺ اور جاں نثارانِ

نبوتؐ نے مسلسل تیرہ برس تک ہر طرح کے مظالم برداشت کیے، آخر جب اُن کے لیے مکّے میں زندہ رہنا دشوار ہوگیا، تو وہ مدینے چلے آئے، لیکن قریشِ مکّہ نے اُنھیں یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا، پے در پے حملے شروع کردیئے، اب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے تین راہیں تھیں: (1) جس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حق سمجھتے تھے، اُس سے دست بردار ہوجائیں۔ (2) اُس پر قائم رہیں، لیکن مسلمانوں کو ہر طرح کی اذیّت کا سامنا کرنے دیں۔ (3) ظلم وتشدّد کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

آپؐ نے تیسرا راستہ اختیار کیا اور نتیجہ وہی نکلا، جو ہمیشہ نکلتا ہے۔ یعنی حق فتح مند ہوا اور باطل ذلّت آمیز شکست سے دوچار۔ میدانِ کارزار کی طرف روانگی کے وقت اثنائے راہ میں حالات کی اچانک اور پُرخطر تبدیلی کے پیشِ نظر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک اعلیٰ فوجی مجلسِ مشاورت منعقد کی، جس میں درپیش صُورتِ حال کا تذکرہ فرمایا اور کمانڈرز اور عام فوجیوں سے تبادلۂ خیال کیا اور اس موقعے پر صحابۂ کرامؓ نے بھرپور جرأت واستقامت اور عزیمت کا اظہار کیا۔

صحابۂ کرامؓ کی بے مثال جرأت واستقامت

مجلسِ مشاورت میں قافلۂ حق کے اوّل اوّل مسلمان، السّابق، الاوّل، سیّدنا صدیق اکبرؓ نے نہایت والہانہ انداز میں اظہارِ جاں نثاری فرمایا اور بسر وچشم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو قبول کیا اور مال و جان سے اطاعت کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ اس کے بعد فاروقِ اعظمؓ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے بھی اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ بعدازاں، مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے۔ اِس واقعے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ امام الانبیاء، سیّد المرسلین، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جب مقامِ ذفران پر پہنچے، تو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ بڑھا چلا آرہا ہے، تاکہ وہ اپنے قافلے کا بچاؤ کرسکے۔

''غزوہ بدر''، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی کا عظیم مظہر

اِس اطلاع نے صُورتِ حال بدل کر رکھ دی کہ پہلے مسلمان، ابوسفیان کے تعاقب میں بڑھے چلے آرہے تھے، اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور قریشِ مکّہ ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ آرہے ہیں، اِس لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجلسِ مشاورت منعقد کی۔ مہاجرین، انصار، اوس وخزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ جب سب جمع ہوگئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صُورتِ حال

سے آگاہ فرمایا اور پوچھا، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ اِس موقعے پر سب سے پہلے سیّدنا صدیق اکبرؓ اُٹھے اور بہت خُوب صُورت گفتگو کی، پھر حضرت عُمرؓ اُٹھے، اُنہوں نے بھی اپنے جذبۂ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

پھر حضرت مقدادؓ اُٹھے، اُنہوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! تشریف لے چلیے، جہاں اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے، ہم آپؐ کے ساتھ ہیں، بخدا! ہم آپؐ کو وہ جواب نہیں دیں گے، جو جواب بنی اسرئیل نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دیا تھا کہ ''جایئے! آپؑ اور آپؑ کا ربّ اُن سے جنگ کیجیے، ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' بلکہ ہم یہ کہیں گے، تشریف لے چلیے، ہم آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اُس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپؐ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں، تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ چلیں گے اور آپ ﷺ کی معیّت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے، یہاں تک کہ آپ ﷺ وہاں پہنچ جائیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت مقدادؓ کے یہ ایمان افروز کلمات سُن کر اُنہیں کلمۂ خیر سے یاد فرمایا اور اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔'' حضرت سعد بن معاذؓ یہ سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہماری رائے پوچھ رہے ہیں؟'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''بے شک۔'' اِس پر حضرت سعدؓ گویا ہوئے ''بے شک، ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپؐ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپؐ تشریف لائے ہیں، وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپؐ کے ساتھ وعدے کیے ہیں۔ ہم نے آپؐ کا حکم سُننے اور اسے بجالانے کے پیمان باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ تشریف لے چلیے، جدھر آپ ﷺ کا ارادہ ہے۔

ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اُس ذات کی قسم، جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپؐ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور خُود اس میں داخل ہوجائیں، تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے، ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں، دشمن سے مقابلے کے وقت ہم سچّے ہیں، ہمیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہم سے وہ کارنامے دِکھائے گا، جس سے آپ ﷺ کی چشمِ مبارک ٹھنڈی ہوجائے گی۔ پس، اللہ کی برکت پر آپ ﷺ روانہ ہوجایئے۔'' حضرت سعدؓ کے یہ مجاہدانہ جذبات سُن کر حضور اکرم ﷺ کی خوشی کی انتہا نہ

رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں خوش خبری ہو، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا! مَیں قوم (کفّارِ مکّہ) کے مقتولوں کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔''

''غزوہ بدر'' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی کا عظیم مظہر

غزوۂ بدر کے موقعے پر آپ ؐ کی دفاعی حکمت عملی یہ تھی کہ فوج کے ہر حصّے پر جو افسر مقرّر فرماتے، اُسے بتاتے کہ کفّارِ مکّہ آگے بڑھیں اور اِتنی دُور پہنچ جائیں، تو اُن پر سنگ باری کی جائے اور جب اس سے قریب آجائیں، تو تیر اندازی کی جائے۔ اگر مشرکین یک لخت حملہ کر دیں، تو اُنہیں آگے بڑھنے دینا اور جب یقین ہو جائے کہ تمہارے تیر کارگر ہوں گے، تو اُس وقت اُنہیں تیروں کا نشانہ بنانا، جب وہ مزید قریب ہو جائیں، تو نیزوں سے کام لینا اور جب وہ تلوار کی زَد میں ہوں، تو تلوار سے حملہ آور ہونا۔

ان ہدایات سے آپ ؐ کا مقصد یہ تھا کہ غیر دانش مندی اور گھبراہٹ میں کوئی اقدام نہ کیا جائے، بلکہ جس وقت جس ہتھیار کے استعمال کا موقع ہو، اُسی سے کام لیا جائے۔ جوش و جذبات میں آکر جنگ میں پہل نہ کی جائے۔ حملہ اُسی وقت کیا جائے، جب حکم دیا جائے۔ دوسری طرف، جنگِ بدر میں عورتوں کے سپرد صرف بعد از جنگ مرہم پٹی ہی کی ذمّے داری نہ تھی، بلکہ جنگ کے دوران جن تیر اندازوں کے تیر گر جائیں، اُنہیں اُٹھا کر تیر اندازوں کو پہنچانے اور جنگ کرنے والوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی اُن کے سپرد تھی۔ مجاہدین کو یہ ہدایت تھی کہ وہ دشمن کی عورتوں کو قتل نہ کریں۔

صف بندی اور اس کے معائنے کے بعد آپ ؐ نے جو خطبہ دیا، وہ فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے۔ حمد و ثنا کے بعد آپ ؐ نے ارشاد فرمایا ''جن باتوں پر اللہ تعالیٰ تمہیں آمادہ کر رہا ہے، اُن ہی کی مَیں بھی تمہیں دعوت دیتا ہوں اور اُن ہی باتوں سے مَیں تمہیں روکتا ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ اللہ کی شان بہت عظیم ہے۔ نہ معلوم وہ تمہارے کس عمل سے خوش ہو کر تمہیں کیا دے دے اور کس خواہشِ نفس پر قابو پانے کا کیا صلہ عطا فرما دے۔ اللہ حق کا حکم دیتا ہے، سچّائی کو پسند کرتا ہے، نیکی کرنے والوں کو اُن کے اخلاصِ مراتب کے اعتبار سے نوازتا ہے۔

اسی نیکی کے ساتھ اس کی یاد کی جاتی ہے اور اسی نیکی کی وجہ سے اس کے درجے قائم ہوتے ہیں۔ نیکی تو ایک ہی ہوتی ہے، لیکن جس درجے کا اخلاص اور اُسے انجام دینے کی جتنی زبردست خواہش ہوتی ہے، اُسی لحاظ سے اجر کے درجات میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔ اللہ نے تمہیں حق کی میزان بنا دیا ہے، تم جانتے ہو،

وہی نیکی قبول ہوگی، جو اللہ کی خوش نُودی کے لیے ہو اور جنگ کے وقت چوٹ سہہ جانے اور مقابلے میں قوّتِ برداشت واستقامت کے لحاظ سے تمہاری افکار دُور ہوں گی، غم سے نجات پاؤ گے اور آخرت میں بھی نجات تمہاری قوتِ برداشت کے اندازے پر ملے گی۔

اللہ کے نبی تمہارے درمیان موجود ہوں گے، جو گناہ اور کم درجے کی چیزوں کی طرف تمہیں جانے سے بچاتے ہیں، نیکی اور بلند درجوں کی باتوں کا تمہیں حکم دیتے ہیں۔ اِس بات سے شرم کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی باتوں پر مطلع ہو، جس سے وہ نفرت کرتا ہے اور غضب ناک ہوتا ہے۔ دیکھو! اللہ نے اپنی کتاب میں تمہیں کیا احکام دیئے ہیں اور کچھ ایسے واقعات اللہ نے تمہارے سامنے پیش کر دیئے ہیں، جن کی تعمیل کے خوش کُن نتائج تمہارے سامنے آ چکے ہیں اور اس نے کِن کِن نعمتوں سے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ تم بہت کم زور اور بے وقار تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں غالب اور باوقار بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے احکام پر پوری قوت سے عمل کرو، تمہارا ربّ خوش ہو جائے گا اور صبر و برداشت کے موقعے پر اپنے ربّ کو امتحان دے کر ان نعمتوں کے مستحق بنو، جن کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔ اس کی مغفرت سے سرفراز ہو گے۔ بے شک اس کا وعدہ حق ہے۔ اس کی بات سچّی ہے۔ اس کی نافرمانی بڑے عذاب کو دعوت دیتی ہے۔ بے شک، ہمارا تمہارا وجود اس حیّ و قیوم کی حیات بخشی سے ہے اور اس قیوم کے نظمِ قیامِ عالم سے ہماری زندگی کی منزلیں گزر رہی ہیں۔ ہم اس سے توقّع قائم کرتے ہیں، اسے مضبوطی سے تھامتے ہیں، اُسی پر بھروسا ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو بخش دے۔''

''غزوہ بدر'' رسولِ اکرم ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی کا عظیم مظہر

نبی کریم ﷺ کا یہ خطبہ بلاغت اور ایجازِ کلام، نیز اپنے مقاصد کی جامعیت کا ایک منفرد نمونہ ہے، جس میں مسلمانوں کے سامنے وہ امور پیش کیے گئے، جن کے مطابق انہیں اپنی زندگی گزارنی ہے اور جن کے بغیر یہ اندیشہ ہے کہ اُن کی زندگی کا وہ کارنامہ، جس نے اُنہیں حیاتِ ابدی عطا کی ہے، محض انتقام نہ ہو جائے۔ نیز، نام وَری و شہرت کا جذبہ، مالِ غنیمت کی حرص اُن کے دل و نظر کو گم راہ نہ کر دے۔ یہ موقع جنگ کا تھا اور مسلمانوں کو آخرت طلبی اور نیکیوں میں سبقت کی دعوت دی جا رہی تھی، قلوب کو متوجّہ کیا جا رہا تھا تاکہ دنیا طلبی کا کوئی شائبہ نہ آنے پائے۔

کسی موقعے پر آپؐ نے مسلمانوں کو ظلم پر آمادہ کیا اور نہ ہی خون ریزی پر اُبھارا۔ ہاں، سرفروشی کے موقعے پر جان چُرانے سے ضرور روکا۔ موت کو آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود راہِ حق پر جمے رہنے کی تلقین کی۔ آپؐ نے اپنے اِس خطبے سے مسلمانوں کے اندر یہ بصیرت پیدا کردی کہ محض نفسانی جذبے کی بناء پر بڑی سے بڑی قربانی بھی نہ صرف یہ کہ بے وزن ہوجائے گی بلکہ دنیا و آخرت کی رسوائی کا سبب بنے گی۔ حضور اکرم ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کو مسلمانوں کا سب سے بڑا اشرف بتایا اور اسے سب سے بڑی عبادت قرار دیا۔ یہ خطبہ مجاہدینِ بدر کا مورال بلند کرنے، اُن کی جرأت وشجاعت، دین پر استقامت اور اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کردینے کا سبب بنا۔

رسولِ کریم ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ''مواخات'' کے ذریعے مہاجرین کی آبادکاری، انصارِ مدینہ اور مہاجرین میں وسیع تر اخوّت و یگانگت اور معاشی و معاشرتی استحکام کے بعد ''میثاقِ مدینہ'' کے ذریعے مدینۃ النبیؐ میں امن کے قیام، ریاست کے استحکام، داخلہ امور اور دفاع پر خصوصی توجّہ دی۔ چناں چہ، آغاز ہی میں مدینے کے شمال، پھر جنوب اور پھر مشرقی علاقے میں آباد قبائل سے فوجی اور دفاعی معاہدے کیے، اُنہیں اپنا حلیف بنانے میں کام یابی حاصل کی۔

معروف سیرت نگار، ڈاکٹر محمّد حمیداللہ کے بقول: ''غالباً رسولِ اکرم ﷺ نے ان حلیف قبائل کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہوگی کہ تم تنہا ہو۔ تمہارے دشمن موجود ہیں، اگر وہ تم پر حملہ آور ہوں گے، تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا، ان حالات میں کیا یہ مناسب نہیں کہ تم اور ہم باہم حلیف بن جائیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی تم پر حملہ آور ہوگا، تو ہم تمہاری مدد کو دوڑے آئیں گے اور اگر ہم پر کوئی حملہ کرے اور ہم تمہیں بُلائیں، تو تم بھی ہماری مدد کو آنا۔ (محمّد حمیداللہ، ڈاکٹر/ عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ، راول پنڈی، علمی مرکز، 1988ء، ص 25) اِس قسم کے معاہدوں میں یہ صراحت تھی کہ یہ صرف فوجی معاہدہ ہے۔ (ایضاً ص 25) ڈاکٹر حمیداللہ لکھتے ہیں: ''اِس قسم کے پانچ، سات معاہدے تاریخ میں اب تک محفوظ ہیں۔

''غزوہ بدر'' رسولِ اکرم ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی کا عظیم مظہر

اُن پر غور کیجیے، تو نظر آئے گا کہ ریاستِ مدینہ کو محفوظ کرنے کی تدبیر اِس انداز سے کی جارہی ہے کہ

مدینے کے اطراف کے علاقوں کو حلیف بنالیا جائے، تا کہ اگر دشمن (بالخصوص کفّارِ قریش) مدینے پر حملہ کرنا چاہیں، تو وہ براہِ راست مدینے تک نہ پہنچ سکیں، بلکہ مدینے تک پہنچنے سے پہلے ہی درمیان کے علاقوں میں اُنہیں رکاوٹوں سے واسطہ پڑے، اس صُورت میں ہمارے حلیف اور دوست وہاں موجود ہوں گے، وہ اطلاع دے دیں گے۔ گویا، ایک ''منڈل'' حلقہ (Cordon) قائم ہوگیا۔

چنانچہ آغاز ہی سے آپؐ نے دفاعی نقطۂ نظر سے مدینے کے اطراف حلیفوں کی بستیاں قائم کیں اور پھر اُن دوستوں کی مدد سے دفاعی جنگی نقطۂ نظر سے مدینے کی حفاظت عمل میں آئی۔'' (ایضاً ص 26) یہ ایک حقیقت ہے کہ مکّے میں کفّارِ قریش نے اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی عداوت ومخالفت میں تمام حربے استعمال کیے، جو کچھ اُن سے ممکن تھا، وہ کیا، اسلام اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے، صحابہؓ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، یہاں تک کہ قریشِ مکّہ کے مظالم سے تنگ آ کر رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرامؓ اپنا سب کچھ مکّے میں چھوڑ کر مدینۂ منوّرہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ صحابۂ کرامؓ مدینہ آئے، تو کفّارِ مکّہ نے اُن کی جائیدادوں پر قبضہ کرلیا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو قانونِ فطرت کے تحت یہ حق حاصل تھا کہ وہ اُن سے جانی و مالی دونوں طرح سے انتقام لیں۔

آغاز میں مسلمانوں کے پاس اِتنی فوجی قوّت اور وسائلِ حرب نہیں تھے کہ وہ دشمن کو جانی نقصان پہنچائیں، لیکن مسلمانوں نے اُن پر معاشی دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔ دوسری جانب، قریشِ مکّہ اپنی گزر اوقات کے لیے تجارت کے سوا کوئی اور وسیلہ نہیں رکھتے تھے۔ چناں چہ، جنگِ بدر سے قبل تقریباً سات مرتبہ مسلمان فوجیں، یہ اطلاع ملنے پر کہ قریش کا تجارتی قافلہ گزر رہا ہے، اسے روکنے کے لیے گئیں، لیکن وہ اُن کے ہاتھ نہ آیا، بلکہ کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ تاہم کوششیں جاری رہیں، معلومات کے حصول کے وسائل کو ترقّی دی جانے لگی۔ حلیفوں کی تعداد بڑھانے پر توجّہ دی گئی۔ غرض، دفاعی اور جنگی نقطۂ نظر سے جو تدابیر ممکن تھیں، اختیار کی جاتی رہیں۔

جب قریش نے دیکھ لیا کہ مسلمان اُنھیں آسانی سے گزرنے نہیں دیں گے، تو اُنہوں نے زبردستی گزرنے کی ٹھان لی۔ جنگِ بدر سے عین قبل کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ قریشِ مکّہ شمال کی طرف گئے ہیں، تو آپؐ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ دشمن کا کارواں اس راستے سے واپس آئے گا، کسی اور راستے سے وہ واپس نہیں نکل سکتا۔

لہٰذا دو جاسوس مقرّر کیے گئے کہ وہ ملکِ شام جا کر اس تجارتی کارواں کے قریب رہیں۔ جیسے ہی یہ کارواں انتظام کر کے واپسی کا قصد کرے، تیزی سے اطلاع دی جائے کہ دشمن اب آنے والے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ جب یہ دونوں جاسوس تیزی سے مدینہ واپس آئے، تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کارواں کی آمد کی اطلاع دیگر وسائل سے ہو چکی ہے اور آپؐ مدینے سے روانہ بھی ہو چکے ہیں۔ اِس سے یہ استنباط کرنا پڑتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف وسائل اختیار فرماتے تھے تاکہ دشمن کی خبریں مسلمانوں تک پہنچتی رہیں اور اس کا بھی انتظام کیا جاتا کہ مسلمانوں کی خبریں دشمن تک نہ پہنچنے پائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے سے نکل چکے تھے اور فوجی فراست کی بدولت مدینے کے شمال کی جانب جانے کی بجائے جنوب کی جانب جاتے ہیں تاکہ دشمن کے پہنچنے سے پہلے کسی محفوظ مقام پر پہنچ پائیں، جہاں دشمن کو روکنا ممکن ہو۔ اس کے لیے بدر کا مقام منتخب کیا گیا۔ یہ مقام بلند پہاڑیوں کے درمیان تنگ وادیوں سے گزرتا ہے، اِس لیے نسبتاً آسانی کے ساتھ یہ ممکن تھا کہ مسلمان ایک ایسے مقام پر قیام کریں، جہاں تنگ راستہ ہو۔ وہ پہاڑوں میں چُھپے رہیں، دشمن بے خبری میں آئے اور وہ اس پر چھاپہ مار سکیں۔ (ایضاً ص 29)

اِن حالات میں تمام حربی، عسکری اور دفاعی امور پر بھرپور توجّہ دی گئی، یہاں تک کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں تک اُتارنے کا حکم دیا، معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ کام فوج کی نقل وحرکت کو مخفی رکھنے کے لیے کیا تھا، کیوں کہ اونٹوں کے چلنے سے گھنٹیوں سے بلند آواز نکلتی ہے، جس سے دشمن کو فوج کی جگہ معلوم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کے قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھی بھیجے۔ (محمّد احمد باشمیل/ غزوۂ بدر، مترجم اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1986ء، ص 140)

موجودہ دَور میں انہیں انٹیلی جینس یا حالات معلوم کرنے کے آلات کہا جاتا ہے، انٹیلی جینس کے افراد فوج کے آگے اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہیں، ان میں سے ایک بسبس بن عمرو جہنی اور دوسرے عدی بن ابی الزغبا تھے۔ یہ دونوں پہلے اشخاص تھے، جنہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کی جانب ابوسفیان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ (ایضاً ص 140) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے بدر کے ایک اندرونی حصّے کا انتخاب کیا، جہاں کنواں تھا۔

اس میں یہ مصلحت پیشِ نظر رکھی گئی کہ کفّارِ مکّہ بدر آئیں گے، تو انہیں بھی پانی کی ضرورت ہوگی اور پانی

کا صرف ایک کنواں تھا، اگر وہ مسلمانوں کے قبضے میں رہے گا، تو دشمن یہاں آئے گا، اِس طرح دشمن پر جنگی نقطۂ نظر سے فوقیت حاصل ہوگی۔ بعض صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے ایک گڑھا بھی کھودا گیا، جس میں وافر مقدار میں پانی ذخیرہ کیا گیا۔ اس میں یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ دورانِ جنگ کسی کو پیاس لگے، تو اس دوران گہرے کنویں سے پانی نکالنے اور پینے میں دقت ہوگی، اس دوران دشمن حملہ آور ہو تو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

لہٰذا، مناسب ہوگا کہ ایک گڑھا ہو، جس میں پانی بَھر دیا جائے اور سپاہی وہاں پہنچ کر فوراً چلّو سے پانی پی لیں۔ دشمن اگر یہاں آئے اور پانی پینا چاہے، تو اس کی نگرانی کے لیے کچھ لوگ یہاں متعیّن رہیں، گو کہ آج یہ تدبیریں معمولی محسوس ہوتی ہیں، لیکن اُس زمانے میں فوجی اور دفاعی نقطۂ نظر سے نہایت کارآمد ثابت ہوئیں۔ (ایضاً ص 32) اِس اثنا میں دشمن کی مکّے سے آنے والی فوج ابوجہل کی سرداری میں وہاں پہنچ گئی۔ دشمن کی فوج کی تعداد جاننے کے لیے ایک نگراں دستہ (پٹرول) بھیجا گیا۔ اس نے دشمن کی فوج کے دو آدمیوں کو گرفتار کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ نے ان سے سوالات کیے، وہاں بھی دو باتیں ایسی نظر آتی ہیں کہ جو فوجی اور عسکری لحاظ سے انتہائی دل چسپ اور بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ ''تم کون ہو؟'' اُنھوں نے جواب دیا ''ہم مکّے سے آنے والی فوج کے سپاہی ہیں۔'' پھر آپؐ نے ایک دل چسپ سوال یہ کیا کہ ''تم لوگوں کی غذا کے لیے روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟'' اُنھوں نے جواب دیا ''ایک دن نو اور ایک دن دس۔'' یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً یہ استنباط کیا کہ ان کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہوگی، کیوں کہ ایک اونٹ ایک سو افراد کی ایک دن کی غذا کے لیے کافی ہوتا ہے۔ (ایضاً ص 32)

ایک سوال اُن سے یہ کیا گیا کہ فوج میں کون کون سے نام وَر سردار موجود ہیں؟ اِس سوال سے غالباً آپؐ یہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ جنگ کے وقت فوج کی کمان کون کون کرے گا، میمنہ میں کون ہوگا، میسرہ میں کون ہوگا، مختلف مقامات پر کون کون ہو سکتا ہے؟ قصّہ مختصر، غزوۂ بدر کی تفصیلات پر غور کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ حاضر میں ماہرینِ حرب نے صدیوں کی تاریخ سامنے رکھ کر جنگ کے جو بنیادی اصول وضع کیے ہیں، اُن پر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی عمل کر چکے تھے۔

❊❊❊

جامعہ دارالتقویٰ کے زیر اہتمام
دارالافتاء والتحقیق
دینی مسائل میں شرعی رہنمائی کے لیے رجوع فرمائیں
فون کال کے لیے 042-37415559
تحریر اور وائس کے لیے 0300-4113082
ایڈریس جامعہ دارالتقویٰ نیو چوبرجی پارک لاہور پاکستان
ای میل ifta4@yahoo.com
ویب سائٹ www.darultaqwa.org/darulifta
اوقات کار موسم گرما 8 تا 5 موسم سرما 8 تا 4 تعطیل بروز جمعۃ المبارک
تعویذ، عملیات، وظائف، خوابوں کی تعبیر
اور استخارہ والے حضرات رجوع نہ فرمائیں۔
+92 322 2333224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa

''عید الفطر'' اعمال کے جائزے، انعاماتِ ربانی اور عزمِ نو کا دن

مفتی ڈاکٹر نعمان نعیم
مہتمم جامعہ بنوریہ العالمیہ

''عید الفطر'' درحقیقت اللہ کے نیک بندوں، عبادت گزاروں اور ماہ صیام میں دن میں روزے رکھنے والوں اور راتوں میں اللہ کے حضور قیام اور عبادت میں مصروفِ عمل بندگان خدا کے لیے انعاماتِ ربّانی اور جزا کا دن ہے۔ اس حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جب عید الفطر کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو زمین پر بھیج دیتا ہے اور پکارتا ہے کہ اے امتِ محمدؐ! اس رب کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

چنانچہ جب مسلمان عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اپنے ان بندوں کو دیکھ کر کہ وہ حمد وثناء کرتے ہوئے آ رہے ہیں، باری تعالیٰ خوشی اور مسرت کے ساتھ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ معبود! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسے پوری پوری مزدوری دی جائے۔

تو اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ (فرشتو) تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو روزوں اور تراویح کے بدلے ''مغفرت (اور اپنی) رضا عطا کر دی''۔ پھر اپنے ان بندوں سے مخاطب ہو کر (جوشکرانہ

ادا کرنے عید گاہ آئے ہوئے ہیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔''تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا''۔

عید الفطر درحقیقت اعمال کے جائزے اور عزم نو کا دن ہے، یہ بہت سی خوشیوں اور رحمتوں کا مجموعہ ہے۔جن میں سے ایک رمضان المبارک کے روزوں کی خوشی، دوسرے رمضان میں قیام اللیل (تراویح) کی خوشی، تیسری نزول قرآن، چوتھی لیلۃ القدر اور پانچویں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے داروں کے لئے رحمت و بخشش اور عذاب جہنم سے آزادی کی خوشی۔ پھر ان تمام خوشیوں کا اظہار صدقہ و خیرات جسے صدقۃ الفطر کہا جاتا ہے، کے ذریعے کرنے کا حکم ہے، تا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ انفاق کا عمل بھی شریک ہو جائے۔

یہی وہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر یہ مومنوں کے لئے خوشی کا دن قرار دیا گیا۔عید کے دن سب سے اہم کام جو نماز عید سے پہلے کر لینا سنت ہے، وہ فطرے کی ادائیگی ہے،صدقۃ الفطر رمضان میں ہو جانے والی لغویات اور بے ہودہ کاموں کی طہارت کرتا ہے اور مساکین کی خوراک کا ذریعہ ہے، اس لئے اسے نماز عید سے پہلے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔

عید کے دن مندرجہ ذیل اعمال مسنون ہیں: پہلے اپنے ناخن تراشیں، مسواک کریں، غسل کریں، نئے کپڑے ہوں تو وہ پہنیں نہیں تو دھلے ہوئے اچھے کپڑے ہوں وہ پہنیں، خوشبو لگانا چاہئے، اور فجر کی نماز عید گاہ یا محلے کی مسجد میں با جماعت ادا کرنی چاہئے اور کوشش کریں کہ عید گاہ جلد پہنچ جائیں۔عید الفطر کے دن کچھ میٹھا کھا کر نماز کے لئے تشریف لے جائیں، اگر کھجوریں میسر ہوں تو طاق عدد میں کھجوریں کھا لیں یا پھر اور کوئی میٹھی چیز بھی کھا سکتے ہیں۔عید گاہ سواری پر جانے میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اگر پیدل چل سکتے ہوں تو پیدل جانا افضل ہے۔

عید گاہ جاتے ہوئے راستے میں''اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الاّ اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد'' آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔ جہاں عید کی نماز پڑھی جائے، وہاں نماز سے پہلے اور بعد کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا، اس لیے کہ جماعت اس میں شرط ہے اور دوسرے عید گاہ جانا سنت موکدہ ہے۔ ایک راستے سے جائیں اور دوسرے راستے سے واپس آئیں۔اس طرح مختلف راستے آپ کی عبادتوں کے گواہ بنتے جائیں گے، لیکن

آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو، نعرے بازی شور مچانا جائز نہیں، یہ عمل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

روایت کے مطابق عید کے دِن رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ کچھ ایسے بچوں کو کھیلتے کودتے ہوئے دیکھا، جنھوں نے خوب صورت اور رنگ برنگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ آگے تشریف لے گئے تو وہاں ایک بچے کو اداس و پریشان بیٹھے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے کے قریب جا کر رُک گئے اور پوچھا: "بیٹا تمھیں کیا ہوا کہ اداس اور پریشان نظر آرہے ہو؟" بچے نے روتے ہوئے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں یتیم ہوں، میرا باپ فوت ہو چکا ہے جو میرے لیے کپڑے لا دیتا۔ میری ماں بھی نہیں ہے جو مجھے نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی۔ اس لیے میں یہاں اکیلا اداس و پریشان بیٹھا ہوں۔" بچے کی بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "اس بچے کو نہلا دو۔" جب تک اسے نہلایا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادرِ مبارک کے دو ٹکڑے کر دِیے اور کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دِیا گیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دِیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی، حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے سے فرمایا: "آج تم چل کر مسجد کی طرف نہیں جاؤ گے، بلکہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر جاؤ گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یتیم بچے کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور اس گلی میں میں تشریف لے گئے جس میں بچے کھیل رہے تھے۔ جب اُن بچوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ حسرت سے کہنے لگے: "کاش! ہم بھی یتیم ہوتے تو آج ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف نصیب ہوتا۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لا کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آج تم زمین پر نہیں، بلکہ میرے ساتھ منبر پر بیٹھو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو منبر پر بٹھایا اور اور پھر اس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا: "جو شخص یتیم کی کفالت

کرے گا اور محبت وشفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا، اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں اتنی ہی نیکیاں لکھ دے گا۔"

مزید فرمایا: "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اسے مصیبت کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا، جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مشکل دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن اس سے سختی دور فرمائے گا۔"

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اہلِ ایمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے کا غم کھانے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں جسم کی مانند ہے کہ اگر اس کا ایک حصّہ تکلیف سے دوچار ہوتا ہے تو سارا جسم اُسی کیفیت کا شکار ہو جاتا اور بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' (صحیح مُسلم)

اس حدیثِ رسول ﷺ میں یہ پیغام پوشیدہ ہے کہ تمام اہل ایمان جسد واحد کی طرح ہیں، اس لحاظ سے پوری دنیا کے مسلمان بلاتفریق قوم وقبیلہ ہر رنگ اور ہر نسل کے مسلمان خواہ ان کا تعلق دنیا کے کسی خطے اور علاقے سے ہو، وہ سب ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کی خوشیاں بھی ایک ہیں اور غم بھی ایک۔ عید کے اس پُرمسرت موقع پر ہمیں دنیا کے ہر خطے اور علاقے کے مظلوم مسلمانوں کو اپنی خوشیوں میں یاد رکھنا چاہیے۔

عیدالفطر کے مسنون اعمال

عید کے دن مندرجہ ذیل اعمال مسنون ہیں: (۱) شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔ (۲) غسل کرنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس ہوں پہننا۔ (۵) خوشبو لگانا۔ (۶) صبح بہت سویرے اٹھنا۔ (۷) عیدگاہ بہت جلدی جانا۔ (۸) عیدگاہ جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھجور، چھوہارے وغیرہ کھانا۔ (۹) عیدگاہ جانے سے قبل ہی صدقۂ فطر ادا کرنا۔ (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا۔ (۱۱) ایک راستے سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ (۱۲) عیدگاہ پیدل جانا۔ (۱۳) عیدگاہ جاتے ہوئے راستے میں ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد'' آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔'' حضور ﷺ سے عیدین میں غسل کرنا ثابت ہے۔

عید اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ

ایک دفعہ عید الفطر سے چند دن پہلے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی اہلیہ نے کہا کہ عید کے دن سب لوگ عمدہ سے عمدہ لباس پہنیں گے، لیکن ہمارے بچوں کے پاس معمولی کپڑے ہیں، مجھے نہایت شرم آتی ہے کہ امیر المومنین کی اولاد عید کے دن بھی اس قسم کے کپڑے پہنے۔ اس موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مہتمم بیت المال کو ایک رقعہ لکھا کہ میرا ایک ماہ کا وظیفہ پیشگی بھیج دیجیے۔

اس نے رقعہ کی پشت پر یہ الفاظ لکھ کر اسے واپس بھیج دیا: ''امیر المومنین کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک مہینے تک زندہ رہیں گے۔'' یہ الفاظ پڑھ کر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اشکبار ہو گئے اور اہلیہ سے کہا: ہمارے بچوں کو بہشت میں عمدہ پوشاک ملے گی، اس لیے یہاں عمدہ لباس کی ضرورت نہیں۔

***

تین عشرے تین دعائیں

پہلا عشرہ: رحمت (یکم رمضان سے دس رمضان المبارک)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ

دوسرا عشرہ: مغفرت (گیارہ رمضان سے بیس رمضان المبارک)

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تیسرا عشرہ: جہنم سے نجات (اکیس رمضان سے آخر رمضان المبارک)

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ

شب قدر کی دعا (آخری عشرے کی طاق راتوں میں)

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

رمضان کے قیمتی اوقات

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا دامت برکاتہم بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی (انڈیا) کے مقیم بزرگوں میں سے ہیں۔آپ عرصہ دراز تک اس مسجد میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کی عظیم خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں۔آپ کے بیانات کا اسلوب نہایت سادہ عام فہم لیکن قرآنی آیات سے مزین ہوتا ہے آپ اپنے بیانات میں زیادہ تر قرآنی آیات کے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیانات عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں۔آپ کے آڈیو بیانات کتابی شکل میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں،جنہیں یہاں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ - وَ الصَّلاۃُ و السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ وَ عَلٰی آلہ وَ صَحْبِہٖ أَجْمَعِینَ ! أَمَّا بَعْد

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ "کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔یہ ایک حکم ہے، ایک وعدہ ہے۔حکم یہ ہے کہ تم اس کو یاد کرو، اور وعدہ کیا ہے کہ میں تم کو یاد رکھوں گا، یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ اپنا حکم دیں گے اور اپنا وعدہ پورا کریں گے، تاکہ وعدہ پر یقین کریں اور حکم پر عمل کریں۔اللہ کے وعدوں پر یقین کرنا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔اللہ نے یہ بتایا ہے: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَق اے لوگو! میرا وعدہ

حق ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتے۔ ہمیں حکم دیا ہے کہ مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس کی کیا صورت ہوگی۔ ہم یاد کریں گے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ اللّٰہِ وَلَا إِلَٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اکبر ۔سبحان اللہ (میں پاکی بیان کرتا ہوں) الحمد للہ (ساری تعریف اللہ کے لیے ہیں) اللہ اکبر اللہ سب سے بڑے ہیں) لا اللہ الا اللہ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) اب اللہ کیا کریں گے، اس کو سمجھنا ہے، اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے یاد کرو اطاعت سے، میں تمہیں یاد کروں گا رحمت ہے۔ "أَطِيعُوا اللّٰہَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُون " یہ فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات مانا کرو تا کہ تم پر رحم ہو جائے۔ مجھ کو یاد کرو اطاعت و تابعداری سے اور میں تم کو یاد کروں گا رحمتوں ہے۔ مجھ کو یاد کرو دعا سے میں تم کو یاد کروں گا قبولیت سے۔ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لكم" مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ بندہ یاد کرے گا دعا سے اور اللہ یاد کریں گے قبولیت ہے۔ اس طرح حکم پورا ہوگا اور وعدہ پورا ہوگا۔

اللہ کو یاد کرنے کا کیا مطلب؟

اس لئے فرمایا کہ مجھ کو بہت یاد کرو، " اذكُرُ والله ذكراً كثيرًا مجھے بہت یاد کرو۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے کا کیا مطلب؟ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے اللہ کی اطاعت اور تابعداری کرنا اپنی طاقت کے مطابق۔ کیوں کہ اللہ کی اطاعت کرنے والا حقیقت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔ كُلُّ مُطِيع ذاكر - ہر وہ آدمی جو اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا ہے وہ اللہ کا ذاکر ہے۔ جس طرح زبان سے ذکر کرے وہ ذاکر ہے ایسے ہی جو آدمی اللہ کا حکم پورا کرے وہ بھی ذاکر ہے۔ خالی زبان سے ذکر نہیں ہوتا۔ اللہ کے حکم اور اس کی تابعداری پر ہے تو بھی ذکر ہے۔

حرام سے بچنے والا بھی ذاکر ہے:

اسی طرح جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے، اس سے رک جاوے، اس سے اپنے آپ کو بچالے تو یہ بھی ذکر کرنے والا ہے۔ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ " کہ تو حرام سے بچ جا پھر تو اللہ کا سب سے بڑا عبادت گزار بندہ ہے۔ جو آدمی اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچاوے، کھانے پینے، بولنے اور استعمال کرنے کی بہت ساری وہ چیزیں جن کو اللہ نے حرام کیا ہے، ان حرام کردہ چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ وہ اللہ کی سرحدیں ہیں، اس میں کوئی داخل نہ ہو۔ جیسے کہ سے کسی حکومت کی سرحد اور بورڈر میں داخل

ہونے کی اجازت نہیں ہوتی، بغیر اجازت کے کوئی داخل ہو گیا تو وہ بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔ ابھی کچھ سالوں پہلے یمنی جو بھولے بھالے ہیں، بنگلہ دیش گئے، تو کسی نے کہا کہ چلو کچھ خرید لائیں اور اس غرض سے نکلے، اور وہ ہندوستان کی بوڈر میں داخل ہو گئے۔ وہ بنگلہ دیش کے مسافر تھے، ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں تھا تو ان کا اس جرم کی وجہ سے دو برس تک کیس چلا۔ ان کو جانے نہ دیا۔ بہت پریشان ہوئے۔ صرف بورڈر میں داخل ہوئے تھے، اور کوئی گناہ نہیں کیا تھا، بھولے بھالے دیہاتی تھے۔ اس سے پہلے بھی ایک قصہ بنا وہ تو پانچ سال رہے۔ یہ مثالیں ہیں کہ ہر بادشاہ کا ملک ہوتا ہے اور اس کی سرحد میں ہوتی ہیں، اس کے قریب کوئی نہ جائے۔ اللہ کی سرحدیں وہ ہیں جو اس نے حرام کی ہیں۔ اس میں کوئی قدم نہ رکھے، اس لئے اتنا ایمان بنانا پڑے گا جو حرام سے بچائے۔

ایمان ویقین کی قوت آدمی کو دین پر کھڑا کرتی ہے:

ایمان ویقین کی قوت سے آدمی فرائض کو ادا کرتا ہے اور ایمان ویقین کی قوت سے آدمی حرام چیزوں سے بچتا ہے۔ اسی سے آدمی دین کے تقاضا کو پورا کرتا ہے۔ اگر آدمی کے اندر ایمان ویقین نہیں بنا ہے، تو دین کا کام نہیں کرے گا، جیسے بیمار آدمی اپنی طبیعت کے تقاضے بھی پورے نہیں کر سکتا، کھانا، پینا، ہونا کچھ نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ وہ بار ہے، بیماری کی وجہ سے سب کچھ بستر پر ہی ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے دین کے تقاضے پورے نہیں کر سکے گا۔ اس لئے اپنے آپ کو دین کی محنت میں لگانا، دین کا پابند بنانا ہے، اللہ سے مدد مانگنا یہ ضروری ہے، نہیں تو ماحول کی وجہ سے اور اپنی خواہشوں کی وجہ سے وہ اللہ سے دور ہو جائے گا، صحیح راستہ چل نہیں سکتا، ولا تبع الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ، کہ من چاہی نہ کرو، ورنہ صحیح راستہ سے دور ہو جاؤ گے، جانور کی طرح بلکہ جانوروں سے بدتر، کیوں کہ جانور تو ایک ہی طریقہ سے نقصان پہونچاتا ہے، سانپ آکر کاٹ لے گا، دوسرا تو کچھ کر نہیں سکتا، ایک چیز اس کے پاس نقصان کی ہے لیکن اگر آدمی بگڑے تو وہ تو بہت نقصان پہونچائے گا، اس لئے اپنی حفاظت، اپنا بچاؤ ایمان میں ہے۔ مال آدمی کو ملتا ہے آدمی مال میں ترقی چاہتا ہے، گراوٹ کو پسند نہیں کرتا، نیچے جانا نہیں چاہتا، بلکہ او پر جانا چاہتا ہے، کیوں کہ روز روز ضرورتیں بڑھتی جائیں گی تو مال کی ضرورت بھی بڑھے گی۔ ایسے ہی ہمارے دین میں بھی ترقی ہو، اگر دین میں ترقی نہ ہوئی تو دین نیچے جائے گا۔

اپنے دین کے بارے میں اللہ سے مدد مانگتے رہو:

اس لئے اپنے دین میں ترقی کی فکر کریں، اللہ نے زندگی اسی لیے دی ہے، کھانے کمانے کے لیے نہیں دی ہے۔ دین بنانے کے لیے، ایمان بنانے کے لیے، آخرت بنانے کے لیے یہ زندگی دی ہے۔ اللہ نے اپنے احکامات دیتے ہیں، اس لئے اللہ سے مدد مانگیں۔ اللہ کو یاد کریں، تاکہ اللہ ہم کو یاد کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابی کو دعا سکھائی اور فرمایا کہ یہ دعا تمہیں سکھاتا ہوں، اسکو کبھی نہ چھوڑنا، اللہ سے ہر نماز کے بعد مانگ لینا۔ یہ دعا سکھائی "رب اعنی علی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" کتنی پیاری دعا سکھائی۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے: اے اللہ تو میری مدد فرما، کیوں کہ اللہ کی مدد کے بغیر کوئی کام ہوتا نہیں، اس لئے اللہ سے مدد مانگیں، کہ تو میری مدد کر کہ میں تیرا ذکر کروں، تجھے یاد کروں، تجھے یاد رکھوں، ہر وقت اللہ کی یاد میں یعنی اللہ کی اطاعت میں، اور اس کی تابعداری میں رہنا یہ ذکر اصلی ہے۔ اور اس بات پر مدد مانگتی ہے کہ میں تیرا شکرگزار بندہ بنوں۔ کیوں کہ جس طرح اطاعت کے لیے احکام بہت آتے ہیں اس طرح نعمتیں بھی بہت آتی ہیں۔ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں، اس کو کوئی گن نہیں سکتا، جب کوئی نعمت ہاتھ سے چلی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے۔ جب تک نعمت کام دیتے رہتی ہے آدمی کو خیال نہیں آتا کہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس لئے اللہ سے مانگیں کہ تیرے ذکر کی توفیق دے کہ میں تجھے یاد کروں اور تیری نعمتوں پر میں تیرا شکرگزار بنوں۔

ناشکری اللہ کی پکڑ کا سبب ہے:

شیطان کو جب جنت سے نکالا گیا اور اس کو مردود بنایا گیا آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے تو شیطان کو حسد آیا اور اس نے سوچا کہ مجھے ان کے پیچھے پڑنا ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت یوں کہا تھا کہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو ایسا بناؤں گا کہ ان کی اکثریت تیرا شکر نہیں کرے گی۔ ان میں زیادہ تر وہ ہی لوگ ہوں گے جو نعمت کا شکر ادا نہیں کریں گے۔ "لَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ" ناشکری یعنی نعمت کو استعمال کرنا اور اس کا حق ادا نہ کرنا۔ نعمت کو استعمال کرنا اور اللہ کو ناراض کرنا، جیسے مال ملا ہے، یہ اللہ کی نعمت ہے، لیکن مال میں حق ادا کرنے کے بجائے، مال کو فضولیات میں، عیاشی میں، گناہوں میں لگانا، یہ مال کی ناشکری ہے۔ شیطان لوگوں کو اس پر ڈالتا ہے تاکہ وہ ناشکرے بنیں اور اللہ کی پکڑ میں آویں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا سکھائی ہے کہ دعا مانگو کہ اللہ تمہیں شکرگزار بنادے۔ ذکر اور شکر پر اللہ تمہاری مدد

کرے،"اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ" اللہ کو وہ بندہ پسند آتا ہے جو کھانا کھائے اور شکر ادا کرے، پانی پیئے اور شکر کرے۔ جس طرح انسان کو کھانا پینا پسند ہے، ایسے ہی اللہ کو کھا پی کر شکر کرنا بہت پسند ہے۔ اس لئے یہ چیزیں اپنی اندر پیدا کرنی ہیں۔

اللہ سے عبادت کا حسن مانگو:

اور اللہ سے یہ بھی مانگنا ہے کہ اے اللہ میری مدد کر کہ میں تیری اچھی طرح عبادت کروں۔ حُسنِ عِبادَت" جیسے انسان کھانے پینے میں، رہنے سہنے میں، ہر چیز میں حسن اور خوبی کو پسند کرتا ہے، ایسے ہی اللہ کی عبادت بھی اچھی ہو، نیت بھی اچھی، طریقہ بھی اچھا۔ پابندی بھی اچھی ہو، تا کہ عبادت میں حسن پیدا ہو۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرو۔ "رب اعنی علی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ، دعا بھی مانگتی ہے اور دعاء کا تقاضا بھی پورا کرنا ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کا ذاکر بناوے، اللہ کا شاکر بنادے۔ شکر گزاروں کو خصوصی انعام ملے گا، کیوں کہ شکر گزار اللہ کی نعمتوں میں اللہ کا حق ادا کرتا ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ جو نعمت ملی ہے اس میں اللہ کا کیا حق ہے، اللہ کے بندوں کا کیا حق ہے۔ جب نعمتوں کا حق ادا کریں گے تو اللہ انہیں اور دیں گے۔

نعمتوں میں انصاف اور احسان سیکھو:

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ سے لینا ہے تو جتنا ملا ہے سارا مت کھا جاؤ۔ سارا اپنے اوپر مت ڈال دو، بلکہ دیکھو اس میں اللہ کا کیا حق ہے، اللہ کے بندوں کا کیا حق ہے۔ احسان سیکھو، انصاف سیکھو۔ انصاف ہوگا تو حق ادا ہوگا۔ انصاف ہی نہیں ہوگا تو کیسے حق ادا کرے گا۔ اسی طرح احسان سیکھو کہ جس طرح اللہ نے مجھے دیا ہے، میں بھی لوگوں کو دوں، یہ ہی حکم ہے۔ قارون کو بھی یہی کہا تھا کہ اللہ نے تجھ کو دیا تو بھی دوسروں کو دے۔ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو دوسروں کے ساتھ احسان کر۔ یہ نہیں کہ روک کر بیٹھ گیا کہ میرا ہے، کسی کو نہیں دینا ہے، مدعی دعوے دار ہو گیا۔ حالاں کہ سب کچھ اللہ کا ہے، ہر ایک کے پاس تھوڑی دیر رہے گا۔ "انا نَحْنُ نَرِثُ الأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا" اللہ کہتے ہیں کہ زمین اور زمین کے اوپر جو کچھ ہے اس کے وارث ہم ہیں۔ اللہ ہر چیز کے مالک و وارث ہیں، تو حضرت فرماتے تھے کہ اللہ سے لینے کا ارادہ ہے تو سارا مت اڑاؤ بلکہ اس میں حق ادا کرو۔

رمضان کے قیمتی اوقات

حق ادا کرنا بہت ضروری ہے، اللہ کا حق تو یہ ہے کہ جو چیزیں فرض کی ہیں، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، یہ فرائض اللہ کے حق ہیں، ان کا ادا ہونا ضروری ہے، اس کے بعد بندوں کے حق ہیں، ان کا جاننا بھی ضروری ہے کہ کس کا کیا حق ہے۔ دنیا حقوق ادا کرنے کی جگہ ہے اور آخرت بدلہ پانے کی جگہ ہے، یہ ترتیب ہے۔ جو حق ادا کر کے جائے گا وہ بدلہ پائے گا، جو حق ادا نہیں کرے گا وہ گرفتار ہوگا، پکڑا جائے گا۔ اللہ نے دنیا کو حقوق کی جگہ بنایا ہے اور اس کے لیے دنیا میں کتابیں اتاری ہیں، علم اتارا ہے تا کہ لوگ جانیں کہ ہم پر کیا حق ہے اور پھر اس کو ادا کرے۔ اس لئے انصاف اور احسان سیکھو۔ جو اپنے لیے پسند کرو وہ دوسروں کے لیے پسند کرو، جو اپنے لیے ناپسند کرو وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرو، یہ انصاف کی بات ہے۔ اور اس کے اوپر احسان ہے۔ جو حق تھا وہ دے دیا، حق ادا کرنا یہ احسان ہے۔

تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا:

اس لئے اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنا۔ اس کے ساتھ بھلائی کرنا۔ یہ حکم ہے ہمارے دین میں : إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ اللہ حکم دیتے ہیں انصاف کرنے کا، احسان کرنے کا۔ انصاف کرنا یہ فرض ہے، احسان کرنا یہ ہماری جانب سے احسان ہے۔ جب ہم احسان کریں گے تو اللہ بھی ہمارے ساتھ احسان کریں گے۔ ان حَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ یہ ہماری زندگی ہے کہ اللہ کو بھی خوش کرنا ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی ہمارا رشتہ تعلق صحیح ہو۔ ہماری زندگی پاکیزہ ہو۔ اس لئے میرے بھائیو! اللہ کا دین سیکھنا ہے تا کہ ہماری زندگی صاف ستھری بنے۔ پھر بھی اگر کوئی بات ہو تو اللہ سے توبہ کریں، استغفار کریں، اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرا دیں کہ میں قصوروار ہوں، میرے قصوروں کو معاف فرما۔ تو ہمارا کام ہے عمل کرنا اور توبہ بھی کرنا، تا کہ کوئی کمی کوتاہی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں۔

رمضان کے قیمتی اوقات کو غنیمت سمجھو:

رمضان مہینہ کے موقع کو غنیمت سمجھیں، رات کو بھی، دن کو بھی، اور اپنا ذہن پکا بنا دیں کہ ہماری زندگی اللہ کے ذکر والی، اللہ کے شکر والی، عبادت والی زندگی گزارنی ہے۔ جو گزر گیا اس پر توبہ کرنی ہے۔ اللہ کی

خوب عبادت کرنی ہے، عبادت سے نفس کمزور پڑتا ہے۔ عبادت چھوٹ جائے گی تو گویا ایسا ہے جیسے کہ کسی جانور کو آزاد چھوڑ دیا۔ نہ لگام، نہ نکیل ہے، نہ کچھ تو کیا ہوگا۔ ایسا جانور خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کرے گا۔ ایسے آدمی کا نفس بے قابو ہو جاتا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو پابند بناویں۔ ورنہ آدمی اپنی من چاہی سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمادے۔

دینی اعمال کو سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ:

اللہ کی خوب عبادت کریں، فرائض ادا کریں، نوافل ادا کریں۔ اور دین سیکھیں اور دوسروں کو سکھاویں۔ اس لئے کہ اگر کسی کو سکھا دیا تو بعض مرتبہ وہ سیکھنے والا ہم سے آگے نکل جائے گا، ہمارے یہاں ایک مولوی نور محمد صاحب میوات کے تھے، وہ کہتے تھے کہ میں نے جماعت میں ایک آدمی کو صلوۃ التسبیح سکھائی، وہ سیکھ گیا۔ فضائل اعمال میں اس کا پورا طریقہ موجود ہے۔ تو اس آدمی نے صلوۃ التسبیح کو اچھی طرح سیکھ لیا، کہتے ہیں کہ ہمارا وقت پورا ہو گیا اور ہم جدا ہو گئے۔ پھر اس کے بعد کچھ وقت کے بعد وہ ملا اور مجھے دیکھ کر لپٹ گیا، میں نے کہا آپ کون؟ تو کہنے لگا کہ آپ نے مجھے صلوۃ التسبیح سکھائی تھی، میں وہ ہی ہوں۔ اس نے کہا کہ جب سے آپ نے مجھ کو صلوۃ التسبیح سکھائی ہے میں ہر روز دن میں دو مرتبہ پڑھتا ہوں۔ تو جو عمل ہم نہیں کر سکتے، اگر کسی کو سکھا دیا تو وہ کرنے وانے والا بنے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو کو بھی ثواب دے گا اور سکھانے والے کو بھی دے گا۔ اللہ دونوں کو دیتے ہیں، سیکھنے والے کو بھی، اور سکھانے والے کو بھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ دونوں کو برابر انعام دیتے ہیں۔

اس مبارک مہینہ میں صلوۃ التسبیح پڑھا کرو:

رمضان کے مبارک مہینہ میں صلوۃ التسبیح کا اہتمام کریں، حضرت ابن عباس ہر جمعہ کو صلوۃ التسبیح پڑھتے تھے۔ بڑی اچھی نماز ہے، علماء نے لکھا ہے کہ جو صلوۃ التسبیح پڑھے تو اس کے بعد اپنی مغفرت کی دعا ضرور مانگے، اس نماز میں مغفرت کا اثر ہے۔ صلوۃ التسبیح یہ ہمت کی بات ہے، کوئی مشکل کام نہیں۔ اس آدمی کو نہیں دیکھا کہ دن میں دو مرتبہ پڑھتا تھا۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ (آمین)

***

مسجد کے کھونٹے!

بنت فرخ آفتاب
فاطمۃ الزھراءللبنات گلشن راویٰ

چہار سو بارش سے ماحول وفضا معطر ہے اور آنکھوں کو ایک فرحت بخش رہی ہیں اور یہ بارش ہے رحمت کی جو دل کی آنکھوں کو ایسی فرحت بخش رہی ہے جو روح تک کو معطر کر دے یہ بارش رمضان کے مہینے میں تواتر سے برستی ہے اور اے امت محمد یہ تمھیں مبارک ہو تم اس مہینے میں موجود ہو یہ ایسا مہینہ ہے جس میں رحمت اللہ کی بارش اپنے پیاسوں کو یوں سیراب کرتی ہے جیسے بارش زمین کو 11 مہینے اللہ فرماتے ہیں شیطان سے جنگ کرو کامیاب ہو گئے تو میرے لیکن اس مہینے میں اللہ رب العزت شیطان کو قید کر دیتے ہیں گویا کے فرماتے ہیں ہار جیت چھوڑو میں اب میرے پاس آجاؤ میں تمھیں لذت الفت یار سے آشنا کرتا ہوں مگر اس مہینے میں کچھ دن ایسے ہیں جس میں جام مہر رحمت اللہ پیش کیا جاتا ہے خاص کر کے اور وہ ہے رمضان کا آخری عشرہ جس میں اللہ رب العزت نے شب القدر کو رکھا ہے اس شب قدر کو جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے تو کیا خوب ہوگا وہ شخص جو اس عشرے اعمال میں منہمک رہے۔

اللہ کا بے شمار احسان ہے اللہ نے ایسے نبی عطا کیے جن کو حریص علیکم کا خطاب دیا پھر ایسے صحابہ عطا کیے جنھوں نے ان کے ارشادات کو اور اداؤں کو محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا چناچہ ان فرمانوں میں سے ایک فرمان یہ بھی ہے:-

”میں نے لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لیے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا بھر میرے پاس یہ پیغام آیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے لھذا تم لوگوں میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے۔ وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے۔“ (مسلم شریف کتاب الصیام)

ان احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ کے اعتکاف کے بارے میں معلوم ہوا تو کیا ہی خوب ہو کے اگر ہم میں سے ہر ایک آپ علیہ السلام کی اس سنت کو جو انھوں نے اپنے انتقال تک نبھائی اپنا لیں اعتکاف کا مطلب ہے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے مسجد میں تیرنا وہ قرب پانے کے لیے جس کو حاصل کرنے کے لیے رسول اول جیسے انبیاء بھی راتوں کو جاگتے تھے احادیث میں اعتکاف کو مجاورت کا نام بھی دیا گیا ہے اور مجاورت باہم ایک دوسرے کا قرب اختیار کرنے کو کہا جاتا ہے انسان اللہ کے گھر جا کر اللہ کا قرب اختیار کرتا ہے اس کے نتیجے میں اللہ اس کو قریب کر لیتے ہیں اور اسکے قریب ہو جاتے ہیں یاد رکھیں! بہت جلد ایسا موقع بھی آنے والا ہے جب منانے کا وقت ختم ہو جائے گا تو کیوں ناں ہم اپنی زندگیوں سے فقط دس دن نکال کر اللہ کے قریب ہونے کا راستہ اپنا لیں اللہ تو انتظار میں ہیں فرماتے ہیں آجاؤ ناں کب آؤ گے کدھر جا رہے ہو میں ادھر ہوں۔ دنیا نے بہت تھکا ڈالا ہے کچھ دیر اس اللہ کی ماں جیسی پر شفقت گود میں سر ڈال کر آرام نہ کر لیا جائے اس عظیم سکون کو پانے کے لیے میرے نبی علیہ السلام نے اعتکاف جیسی سنت جاری فرمائی اعتکاف خود بھی بیٹھے صحابہ کو بھی بٹھایا فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص کے لیے جو مسجد کو اپنا گھر بنا لے امن اور قیامت کے دن پل صراط سے باآسانی گزرنے کی ضمانت دیتے ہیں۔

اس طرح اللہ رب العزت کے محبوب نبی نے ارشاد فرمایا:-

"مسجدوں کی کچھ کیلیں ہوتی ہیں جو مسجد میں سینچوں کی طرح رہتی ہیں اور وہ لوگ جو اس میں رہتے ہیں وہ مساجد کی کیلیں ہیں ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں اگر یہ لوگ کبھی مسجد سے غائب ہو جائیں تو فرشتے ان کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آ جائے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔" (حاکم)

ایک اور جگہ فرمایا:

"جو مسلمان آدمی بھی مسجد کو نماز اور ذکر کے لیے وطن بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اسطرح خوش ہوتے ہیں جیسا کے اغواء شدہ شخص کے واپس آنے سے اس کے متعلقین خوش ہوتے ہیں۔" (ابن ماجہ)

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قیامت والا دن یہ اعلان فرمائیں گے کے کہاں ہیں میرے پڑوسی؟ کہاں ہیں میرے پڑوسی؟ فرشتے عرض کریں گے اے ہمارے رب آپ کے پڑوسی بننے کا حق کس کو ہو سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ

فرمائیں گے کہاں ہیں مساجد کے عمار ریتی مساجد کو خوب آباد کرنے والے۔"

معتکف اس مجرم کی مثل ہے جس نے اپنے آپ کو رحمان کے آگے ڈال دیا ہو اور کہہ رہا ہو کہ میں اس وقت تک نہیں ٹلوں گا جب تک آپ مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو جب ایسا کیا جائے گا تو اس رب رحیم کی رحمت کو جوش نہیں آئے گا جو کہتا ہے کے اگر بندہ میری طرف چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر آؤں گا کیا محبوب اللہ کی ادائیں ہیں ہمارا انتظار فرماتے ہیں تم میں آ ؤ تم کو تھام کر اپنا کرنا میرا کام ہے۔ پس مسجد میں اعتکاف کرنے والے تو عظیم ثواب کے مستحق ہیں جو اللہ کے در پر بڑے ہیں کہ جب تک آپ میرے اور میں آپ کا نہیں ہونگا نہیں جاؤں گا۔ آپ علیہ السلام ،فرمایا:

"اعتکاف اللہ کی ضمانت و حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اعتکاف کرنے والوں سے اللہ تعالی بہت خوش ہوتے ہیں۔ اعتکاف کرنے والے درحقیقت اہل اللہ ہیں اعتکاف گناہوں سے حفاظت کا عمدہ ذریعہ ہے۔"

جس طرح مردوں کے لیے مسجد میں اعتکاف رکھا گیا تو اس طرح عورتوں کے لیے گھروں میں اعتکاف رکھا گیا۔ فرمایا، عورتوں کے حق میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعتکاف کی جگہ وہ ہے جو گھر میں نماز و عبادات کے لیے مخصوص کر لی گئی ہو اور وہاں گھر کی عورت نماز پڑھتی ہو اور ذکر و عبادت کرتی ہو اور اس کو صاف رکھنے کی کوشش کی جاتی ہو، اگر گھر میں کوئی جگہ نماز کے لیے مختص نہیں ہے تو پہلے سے کر لینی چاہیے عورت کے لیے گھر کی مسجد اعتکاف کے حق میں وہی حکم رکھتی ہے جو مردوں کے لیے مسجد میں رکھتی ہے چنانچہ جس جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھی ہے وہاں سے ضرورت و حاجت کے بغیر نہیں نکل سکتی۔ اللہ ہم سب کو اپنے نبی کی اس عظیم سنت کو پورا کرنے والا بنا دے۔ آمین

میں خطا کار ہوں، گناہ گار ہوں
اقرار ہے مجھے، میں بہت سیاہ کار ہوں
مگر اللہ تیرا ہوں اس پر شکر گزار ہوں
گزارش ہے تجھ سے مومن بنا دے مجھ کو
کچھ کے بجائے کل ماننے والا بنا دے مجھ کو

***

آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

ماہ رمضان کے روزے کا بیان

مسئلہ: ماہ رمضان کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گا پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: اگر کچھ کھایا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اول دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے۔ ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جائے۔ اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کر لی گئی ہو تو روزہ ہو جائے گا۔ اس نصف اور دوپہر یعنی زوال کے درمیان تقریباً پون گھنٹے کا فرق ہوتا ہے۔ ایک گھنٹے کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے۔

مسئلہ: رمضان کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفلی روزہ رکھوں گا رمضان کا روزہ نہ رکھوں گا بلکہ اس روزہ کی پھر کبھی قضا کرلوں گا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا اور نفل کا نہیں ہوا۔

مسئلہ: پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہو گیا تھا اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی۔ پھر جب رمضان کا مہینہ آ گیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان ہی کا ادا روزہ ہوگا اور قضا کا روزہ نہ ہوگا۔ قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

مسئلہ: کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا کام ہو جائے تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گا پھر جب رمضان آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ نذر کا روزہ ادا نہیں ہوا۔ نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا سب مسائل کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی بھی روزے کی نیت کرو گے تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا کوئی اور روزہ صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ: سحری کھانا مستحب ہے اگر چہ بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھا لے یا اور کوئی چیز تھوڑی بہت کھالے اور کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لے۔

مسئلہ: اگر کسی نے سحری نہ کھائی اٹھ کر ایک آدھ پان کھالیا تب بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا۔

3: سحری جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزے میں شبہ پڑ جائے۔

مسئلہ: اگر سحری بڑی جلدی کھالی مگر اس کے بعد پان، تمباکو، چائے، پانی دیر تک پیتا رہا۔ جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر ڈالی تب بھی دیر کر کے کھانے کا ثواب مل گیا اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

مسئلہ: اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی سب سوتے رہ گئے تو سحری کھائے بغیر صبح کا روزہ رکھو۔ سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات ہے اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے۔ اس گمان میں سحری کھالی۔ پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضا روزہ رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔ لیکن پھر بھی کچھ کھائے پیئے نہیں روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ

کھول لیا، پھر دیکھا تو سورج ابھی نہیں ڈوبا تھا تو روزہ جاتا رہا۔اس کی قضا کرے کفارہ واجب نہیں اور جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

مسئلہ: سحری کھاتے ہوئے وقت ختم ہو جائے اور اذان شروع ہو جائے تو سحری کھانا فوراً بند کر دینا چاہیے۔ یہ خیال کرنا کہ جب تک اذان ہورہی ہے سحری کھا سکتے ہیں یا پیالے میں جو کچھ ہے اس کو پورا کر سکتے ہیں غلط ہے اور اس سے روزہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگراتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہو جانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا لیا یا پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا پھر اگر معلوم ہوا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور کچھ نہ معلوم ہو،شبہ ہی شبہ رہ جائے تو قضا رکھنا واجب نہیں ہے لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو فوراً روزہ کھول ڈالے۔ دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ابر کے دن ذرا دیر کر کے روزہ کھولو۔ جب خوب یقین ہو جائے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کرو اور صرف گھڑی پر کچھ اعتبار نہ کرو، جب تک کہ تمہارا دل گواہی نہ دے کیونکہ گھڑی شاید کچھ غلط ہوگئی ہو۔ بلکہ اگر کوئی اذان بھی کہہ دے لیکن ابھی وقت ہونے میں کچھ شبہ ہے تب بھی روزہ کھولنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے اور کوئی میٹھی چیز ہو تو اس سے کھول لے وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ بعض لوگ نمک سے افطار کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط بات ہے۔

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ نماز کے لیے عیدگاہ میں جانے سے پہلے ہی صدقہ دے دے اگر پہلے نہ دیا تو خیر بعد میں سہی۔

مسئلہ: کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا۔ اب کسی دن دے دینا چاہیے۔

مسئلہ: صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد اگر آدمی کے پاس مال ضائع ہو جائے تو صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا اور ذمہ میں رہتا ہے۔

مسئلہ: ماہ رمضان کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گا پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: اگر کچھ کھایا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اول دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے۔ ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جائے۔ اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کر لی گئی ہو تو روزہ ہو جائے گا۔ اس نصف اور دوپہر یعنی زوال کے درمیان تقریباً پون گھنٹے کا فرق ہوتا ہے۔ ایک گھنٹے کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے۔

مسئلہ: رمضان کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

***

اخبارالجامعہ

ادارہ

6 فروری بروز جمعرات وفاق المدارس العربیہ کے امتحانات کا اختتام ہوا امتحان کے بعد الحمد للہ، طلبہ اور اساتذہ کی کثیر تعداد چالیس دن کے لیے اللہ کے راستے میں روانہ ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام طلبہ کو امتیازی نمبروں سے نوازے۔

o تمام شعبہ جات میں نئے تعلیمی سال کے داخلوں کا آغاز ان شاء اللہ العزیز 10 شوال بمطابق غالباً 8 اپریل سے شروع ہوں گے۔

o نئے تعلیمی سال 1446ھ میں، تبلیغی مرکز قصور مدنی مسجد میں بنین کی نئی شاخ کا آغاز ہوگا۔ اس میں شعبہ بنین متوسطہ اول، اولیٰ تا ثالثہ کے علاوہ شعبہ حفظ میں رہائشی اور غیر رہائشی دونوں کلاسز کا آغاز 10 شوال سے ہوگا۔

o چوبرجی الہلال مسجد اور ابراہیم مسجد میں سالانہ امتحانات کے نتائج کے اعلان اور حفاظ طلبہ کے اعزاز میں 16 فروری بروز اتوار تقریب منعقد گئی، جس میں تمام شاخوں کے طلبہ، اساتذہ اور سرپرستوں نے شرکت کی۔ حفاظ طلبہ کو نشانِ تقویٰ، دستار بندی اور اسناد سے نوازا گیا۔

o الحمد للہ! ادارے کے زیر انتظام لاہور کے تقریباً 20 مقامات پر درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے، جو 20 رمضان المبارک تک برقرار رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک بھر کے مسلمانوں کے لیے روزانہ صبح 11:30 تا دوپہر 1:00 فیس بک پر آن لائن درسِ قرآن بھی 20 رمضان المبارک تک پیش کیا جائے گا۔

o رمضان المبارک کی برکتوں سے بھرپور استفادے کے لیے ادارے نے 28 شعبان تک لاہور کے مختلف مقامات پر 30 سے زائد "استقبالِ رمضان" اور "فہمِ زکوٰۃ" سیمینارز کا انعقاد کیا ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ رمضان کی حقیقی روح کو سمجھ سکیں۔

o اعتکاف کے فضائل ومسائل پر روشنی ڈالنے کے لیے 16 رمضان المبارک بمطابق 20 رمضان، بروز اتوار ایک خصوصی آن لائن سیمینار منعقد ہوگا، جو دوپہر 00۔2 تا 00۔3 تک جاری رہے گا۔

٭٭٭

جامعہ دار التقویٰ®

کے زیر انتظام

زیر تعمیر

دار العلوم (مری)

شعبہ جات

- التقویٰ مسجد
- شعبہ حفظ
- درس نظامی (بنین)
- درس نظامی (بنات)
- شعبہ سکول
- دار الافتاء

تخمینہ لاگت: 25 کروڑ روپے

برائے رابطہ

0321-4454447

MCB Bank

بینک اکاؤنٹ۔ DARUL TAQWA TRUST:

اکاؤنٹ نمبر۔ 1001820660001:

Bank Islami

بینک اکاؤنٹ۔ DARUL TAQWA TRUST:

اکاؤنٹ نمبر۔ 206400180820001:

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE CPL NO. 338

جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور
کے زیر اہتمام

رمضان راشن مہم
2025

مستحق افراد تک اپنا تعاون پہنچانے کیلئے
دارالتقویٰ پر اعتماد کیجئے

اعلیٰ پیکج
10,000

سٹینڈرڈ پیکج
7,000

اپنی استطاعت کے مطابق پیکج منتخب کیجئے اور
ہمارے ساتھ تعاون کیجئے

نقد
مرکزی دفتر
جامعہ دارالتقویٰ، نیو چوبرجی پارک، لاہور

زکوٰۃ
Account Title: DARUL TAQWA TRUST
Account #: 1591001820660001

دیگر عطیات
Account Title: DARUL TAQWA TRUST
Account #: 206400180820001

نوٹ: رقم ٹرانسفر کرکے رسید نیچے دیے گئے نمبر پر واٹس اپ کریں

03001582792
04237414665

شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com
/jamidarultaqwa www.darultaqwa.org +92-3-222-333-224

دارالتقویٰ